

By Alhadith at 5:23:44 AM, 2/9/2015



حافظ ندیم ظہیر

بسم الله الرحمن الرحيم

احسن الحديث

اطاعت الہی اور تقویٰ کی ترغیب

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ سے ڈریں اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیں بے شک اللہ بڑا جاننے والا بڑا حکمت والا ہے۔ اور آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو وحی آتی ہے اس کی اتباع کیجئے۔ (مومنو!) بے شک اللہ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔ اور آپ (سب) اللہ پر بھروسہ کریں اور اللہ بحیثیت کارساز کافی ہے۔ (الاحزاب: ۳ تا ۱۰)

فقہ القرآن:

- ۱: اللہ تعالیٰ کے اوامر کی اتباع اور اس کے نواہی سے اجتناب میں تقویٰ (خوف الہی) واجب ہے۔
- ۲: گناہوں کو چھوڑنے اور نیکی کے کام کرنے پر طبیعت کا مکمل ہونا اور اپنے گناہوں کے انجام سے ڈر کر ان سے بچنے کی کوشش کرنا تقویٰ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
- ﴿كَذَلِكَ يُمَيِّنُ اللَّهُ لِنَبِيِّهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگاری (تقویٰ) اختیار کریں (البقرہ: ۱۸۷)
- ۳: کافروں اور منافقوں کی پیروی حرام ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو خیر خواہ اور دوست ظاہر کریں ارشاد باری تعالیٰ ہے:
- ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ اہل ایمان کے لیے مناسب نہیں کہ مومنوں کے بجائے کافروں کو دوست بنائیں (آل عمران: ۲۸)
- ۴: کتاب و سنت کی پیروی فرض ہے اور اس کے مقابلے میں ہر بات ردی اور مردود ہے۔
- ۵: اسباب کی حد تک مکمل تیاری اور وسائل کے استعمال کے بعد اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا توکل ہے۔ واضح رہے ایک مومن اسباب و وسائل کا استعمال ضرور کرتا ہے اسے اس کا حکم بھی ہے لیکن اس کا سارا اعتماد اسباب و وسائل ہی پر نہیں ہوتا بلکہ اصل اعتماد اللہ کی ذات پر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح روزی دے جیسے وہ پرندوں کو روزی دیتا ہے وہ بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۲۳۴۴ وقال: حسن صحیح)

حافظ ندیم ظہیر

کلمۃ الحدیث

غور و فکر

حال ہی میں ”سونامی طوفان“ کا جھونکا بے شمار گھرانوں کی تباہی کا سبب بنا۔ جن میں لاکھوں افراد سیلاب کی زد میں اور ایسے ہی لاتعداد زلزلہ کی تھر تھراہٹ سے منوں مٹی کے نیچے چلے گئے۔ مختصر سے عرصہ میں اتنا بڑا واقعہ حقیقت میں لوگوں کی توجہ قرآن مجید کی آیت: ﴿وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَذْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (السجدة: ۲۱) اور ہم انھیں بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کا مزہ چکھائیں گے شاید کہ وہ اپنے رب کی طرف رجوع کر لیں۔ اور قَاعَتِ سُرُورِ یَا اُولٰی الْاَبْصَارِ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے کہ اے اہل فکر و دانش! ان واقعات سے عبرت حاصل کرو۔ لیکن صد افسوس! کہ خون کے آنسو رلا دینے والے یہ واقعات بھی امت مسلمہ کو ان کی غیر اسلامی سرگرمیوں سے ہٹانہ سکے۔ ایک طرف متاثرین ”سونامی طوفان“ کی تعداد بڑھتی رہی اور دوسری طرف نئے سال کے جشن میں موسیقی کے سٹیج سجے رہے۔ لیکن اب ڈپلومیسی اپنی تمام تر حدود تجاوز کر گئی کہ ایک طرف بزمِ خوش کشمیری مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کے لیے پانچ فروری کو ”انظہارِ یکجہتی“ منایا گیا ہے تو دوسری طرف ہندو اہرہ رسم ”بسنٹ جشن بہاراں“ کی خوب تشہیر بلکہ فاشی و بے حیائی کے اڈے قائم کیے گئے ہیں اور دنیا کو بتایا گیا ہے کہ ہماری ہمدردیاں اور محبتیں اہل اسلام کے بجائے اہل کفر کے لیے ہیں جس کا (عملی) ثبوت ہمارا کردار ہے۔ شاعر نے خوب کہا ہے کہ:

وضع میں ہو تم نصاریٰ تمدن میں ہنود

یہ ہیں مسلمان جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

جس طرح ان رسم و رواج کو سینہ سے لگانے والوں کی کمی نہیں ہے اسی طرح ان رسم و رواج کو کھینچ تان کر شریعت میں ان کی گنجائش نکالنے والے موسیقی کے دلدادہ (اخبار اور ٹی وی چینل) کی زینت بننے والے مفتیان کرام بھی بہت ہیں! جبکہ اسلام میں ان رسوم کا تصور بھی نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من تشبه بقوم فهو منهم جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی (اس کا شمار) اسی (قوم) سے کیا جائے گا۔ (ابوداؤد: ۴۰۳۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المرء مع من أحب (صحیح بخاری: ۶۱۷۰) آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ اور ہماری قوم ویلنٹائن ڈے (محبت کا دن)، سالگرہ اور دیگر اس جیسے خرافات میں کھوکرا اپنی بقا کی تلاش میں ہے حالانکہ امت مسلمہ کی بقا اور اخروی نجات اسی میں ہے کہ وہ اسلامی تہذیب و تمدن، ثقافت و کلچر کو اپنائیں اور غیر شرعی کاموں اور امورِ معاصی کو ترک کر دیں۔ لاکھیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

حافظ زبیر علی زئی

فقہ الحدیث

دوہرے اجر کے مستحق لوگ

(۱۱) وعن أبي موسى الاشعري ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”ثلاثة لهم أجران : رجل من أهل الكتاب آمن بنبيه وآمن بمحمد ، والعبد المملوك إذا أدّى حق الله وحق موالیه ، ورجل كانت عنده أمة يطؤها ، فأدبها فأحسن تأديبها ، وعلمها فأحسن تعليمها، ثم أعتقها فتنزّجها فله اجران“ متفق عليه
ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں (میں سے ہر ایک) کے لیے دو گنا اجر ہے:

- ۱: اہل کتاب میں سے وہ آدمی جو اپنے نبی اور (نبی) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے۔
 - ۲: وہ غلام جو اللہ اور اپنے آقاؤں کا حق ادا کرے۔
 - ۳: وہ آدمی جس کی ایک لونڈی ہے جس سے وہ فائدہ اٹھاتا ہے، پھر وہ اسے اچھے طریقے سے علم و ادب سکھا کر آزاد کر دیتا ہے، پھر وہ اس سے (باقاعدہ) نکاح کر لیتا ہے۔ اس کے لیے دو اجر ہیں۔
- (بخاری: ۹۷، مسلم: ۱۵۴۲۳۱، دارالسلام: ۳۸۷، مصابیح: ۹)

فقہ الحدیث:

- ۱: اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ ان میں سے جو شخص بھی اپنے نبی پر سچا ایمان لائے۔ اپنے ایمان کو شرک و کفر سے آلودہ نہ کرے اور آخری نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی صدق دل سے ایمان لے آئے تو اللہ کے ہاں اس کے لیے دو گنا اجر ہے۔
- ۲: شریعت اسلامیہ میں جو مردوں کے احکام ہیں وہی عورتوں کے احکام ہیں الا یہ کہ تخصیص کی کوئی واضح اور مقبول دلیل موجود ہو، اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اہل کتاب کی اسلام قبول کرنے والی عورتیں بھی اسی حدیث کے حکم میں شامل ہیں۔

۳: اس حدیث کی تائید قرآن مجید کی آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ﴾ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ، وہ اپنی

رحمت سے تمہیں دوہرا اجر دے گا (سورۃ الحدید: ۲۸) آیت ﴿أُولَٰئِكَ تُوْمَنُونَ أَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ﴾ انہیں دوگنا اجر ملے گا (القصص: ۵۴) بھی اس کی مؤید ہے۔

۴: خوبصورت آواز والے سیدنا ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے ہیں۔ آپ نے تریسٹھ (۶۳) احادیث بیان کی ہیں۔ آپ تریسٹھ سال کی عمر میں ۵۰ یا ۵۲ ہجری کو مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے دیکھئے مرعاة المفاتیح (۵۴/۱) و مرعاة المصابیح (۱۵۲/۱)

۵: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ اپنے آقا کی اطاعت کرنے والا غلام بھی دوہرے اجر کا مستحق ہے۔ اس حکم میں ہر وہ شخص شامل ہے جو کتاب و سنت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے سربراہ اور افسر کی اطاعت کرتا ہے۔ تاہم یاد رہے کہ قرآن وحدیث کے مقابلے میں کسی شخص کی کوئی اطاعت نہیں ہے۔

۶: اس حدیث میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی زبردست فضیلت کا ذکر ہے، یاد رہے کہ سابق حدیث (۱۰) سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے والا جہنم میں داخل ہوگا۔ (الحدیث: ۹)

۷: ”یعنی ان کی زندگی کے تمام عملوں کے اجر دوسرے لوگوں سے دوگنے ہوں گے۔ اگر دوسرے لوگوں کو دس گنا اجر ملے گا تو ان کو بیس گنا ملے گا۔ اگر ان کو سات سو گنا اجر ملے تو ان کو چودہ سو گنا ملے گا۔ پہلے آدمی کو اس لیے کہ اس نے دو شریعتوں پر عمل کیا، پہلی کے وقت بھی اس کی نیت یہ تھی کہ یہ حق ہے میں ہمیشہ اس پر قائم رہوں گا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سامنے آگئی تو اس پر ایمان لایا پھر اس پر عمل کرتا رہا اور آخر تک کیا۔ دوسرے کو اس لیے کہ اس نے دو مالکوں کی اطاعت کی، ایک حقیقی مالک (اللہ) کی اور دوسرے مجازی مالک کی اور تیسرے کو اس لیے دو گنا اجر ہے کہ لونڈی اسی کی تھی حقوق زوجیت اس کو پہلے بھی حاصل تھے۔ پھر اس نے لونڈی کو علم سکھایا تہذیب سے روشناس کرایا۔ پھر آزاد کر کے اس کی حیثیت عرفی میں بہت کچھ اضافہ کر دیا۔ پھر خود اس سے شادی کر کے اس کو اس گھر کی مالکہ بنادیا جس گھر میں وہ صرف ایک خدمت گزار کی حیثیت رکھتی تھی“

(مشکوٰۃ مترجم وحشی: شیخ محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ج ۱ ص ۲۳ طبع مکتبہ نعمانیہ لاہور)

۸: اس حدیث اور دیگر دلائل شرعیہ سے یہ ثابت ہے کہ غلاموں کو آزاد کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔

۹: مشکوٰۃ میں مذکور الفاظ حدیث، امام بخاری کی کتاب الادب المفرد (۲۰۳) کی روایت سے مشابہ ہیں۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صاحب مشکوٰۃ کا رواہ البخاری یا رواہ مسلم وغیرہ کہنا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ یہو یہی الفاظ اسی کتاب میں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ یہ روایت اپنے مفہوم کے ساتھ کتاب مذکور میں بایں الفاظ یا یہ اختلاف الفاظ موجود ہے۔

۱۰: اس حدیث سے تعلیم نسواں کا ثبوت ملتا ہے، عورتوں کو تعلیم دینا (اور لکھائی پڑھائی سکھانا) دوسرے دلائل سے بھی

ثابت ہے بشرطیکہ (۱) یہ تعلیم کتاب وسنت کے خلاف نہ ہو (۲) مردوں کے ساتھ عورتوں کو بٹھا کر مخلوط تعلیم نہ ہو۔ جس حدیث میں عورتوں کو لکھائی سیکھنے سے منع کیا گیا ہے وہ جعفر بن نصر العنبری (کذاب) کی وجہ سے موضوع ہے دیکھئے اکامل لابن عدی (طبعة تحقیقة ۳۹۵/۲) والموضوعات لابن الجوزی (۲۶۸/۲)

کتاب الحجر وحین لابن حبان (۳۰۲/۲) وشعب الایمان للبیہقی (۲/۲۷۷ ح ۲۴۵۴) والموضوعات لابن الجوزی (۲۶۹/۲) میں اس کی ایک دوسری سند ہے جو محمد بن ابراہیم الشامی (کذاب) کی وجہ سے موضوع ہے۔ شعب الایمان (۲۴۵۳) میں عبد الوہاب بن الضحاک (کذاب) نے محمد بن ابراہیم الشامی کی متابعت کر رکھی ہے، اس کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

”بل موضوع ، وآفته عبد الوهاب ، قال أبو حاتم : كذاب “ (تلخیص المستدرک ۳۹۶/۲ ح ۳۴۹۴)

یہ موضوع روایات اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں آیا ہے کہ: شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

”ألا تعلمین هذه رقية النملة كما علمتیها الكتابة“

کیا تو اسے پھوڑے پھنسی کا دم نہیں سکھاتی جیسا کہ تو نے اسے (یعنی حصہ رضی اللہ عنہا کو) لکھنا (پڑھنا) سکھایا ہے۔

(ابوداؤد: ۳۸۸۷ و احمد ۳۷۶۲ ح ۳۷۰۹۵ والطحاوی فی معانی الآثار ۳۲۶/۴ و هو حدیث صحیح تلخیص نیل المقصود ۷۷۷/۴)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا لکھائی پڑھائی سیکھنا جائز ہے۔ والحمد للہ

مترجم: حافظ ندیم ظہیر

مصنف: حافظ ضیاء الدین المقدسی

فضائل اعمال

امام ضیاء الدین المقدسی رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) کی کتاب ”فضائل اعمال“ کے خلاصے ”الصحيح المنقہ من فضائل الاعمال“، لأبی عبد الرحمن محمود کاردور ترجمہ فوائداً فادہ عام کے لیے ماہنامہ ”الحديث“ میں سلسلہ وار شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

وضوء کی فضیلت

(۱) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اچھے طریقے سے وضوء کیا (تو) اس کے گناہ اس کے جسم سے نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں (صحیح مسلم: ۲۴۵)

فوائد:

اس فضیلت کے مستحق صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو وضوء میں احتیاط کے ساتھ ساتھ ”طریقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم“ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں جو کہ صحیح احادیث میں ثابت ہے۔ اور گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔ کیونکہ کبیرہ گناہ سچی توبہ اور حق کی ادائیگی سے ہی معاف ہو سکتے ہیں۔

(۲) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسلمان (یا مومن) بندہ وضوء کرتا ہے (تو) جب وہ اپنے چہرے کو دھو رہا ہے (تو) اس کے چہرے سے تمام وہ گناہ جس کا تعلق آنکھ سے ہوتا ہے، پانی سے (یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ) نکل جاتے ہیں، اور جب وہ اپنے پاؤں دھو رہا ہے (تو) اس کے دونوں ہاتھوں سے تمام وہ گناہ جن کا تعلق اس کے ہاتھوں سے ہوتا ہے، پانی سے (یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ) نکل جاتے ہیں۔ اور جب وہ اپنے پاؤں دھو رہا ہے (تو) وہ تمام گناہ جن کا تعلق اس کے پاؤں کے ساتھ ہوتا ہے، پانی سے

(پانی کے آخری قطرے کے ساتھ) نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک (کہ) وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔
(صحیح مسلم: ۲۴۴)

فوائد:

وضوء کے پانی سے گناہ دھل جاتے ہیں لیکن ان گناہوں کو پانی کے ساتھ گرتے ہوئے دیکھا نہیں جاسکتا۔ جب کہ جناب زکریا صاحب تبلیغی دیوبندی لکھتے ہیں: ”جو حضرات اہل کشف ہوتے ہیں ان کو گناہوں کا زائل ہو جانا محسوس بھی ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قصہ مشہور ہے کہ وضوء کا پانی گرتے ہوئے یہ محسوس فرمالیتے کہ کون سا گناہ اس میں دھل رہا ہے“ (فضائل نماز ص ۱۴ تحت ح ۶) یہ سارا بیان بے سند و بے اصل ہے۔ امام ابو حنیفہ جنہیں قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن الشیبانی کے مقابلہ میں ”امام اعظم“ کہا جاتا ہے، سے غیر ثابت و بے اصل بات کو بعض ثمالی مقلدین مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں اور بات کا ٹنگڑ بنا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غلو سے بچائے۔ آمین۔

(۳) عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو آدمی بھی وضوء کا پانی اپنے قریب پائے (تو) کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور ناک کو (اچھی) طرح جھاڑے (تو) اس کے چہرے، منہ اور ناک کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنا منہ دھوتا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے (دھونے) کا حکم دیا ہے، (تو) اس کے چہرے کی غلطیاں اس کی داڑھی کے کناروں سے پانی کے ساتھ گر جاتی ہیں، پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوتا ہے (تو) اس کے ہاتھوں کے گناہ اس کی انگلیوں سے پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں، پھر وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کی خطائیں اس کے بالوں کے کنارے سے پانی کے ساتھ نکل جاتی ہیں۔ پھر وہ اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوتا ہے (تو) اس کے پاؤں کے گناہ اس کی انگلیوں سے پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں، پھر اگر وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑھی، اللہ کی حمد و ثنا اور بزرگی اس انداز سے بیان کی جس کا وہ (اللہ) حق رکھتا ہے اور اپنے دل کو اللہ کے لیے فارغ کر دیا (تو) وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے، جیسے اس وقت تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا (صحیح مسلم: ۷۳۲)

فوائد:

اس حدیث میں جہاں وضوء کی فضیلت واضح ہو رہی ہے وہاں نماز میں خشوع و خضوع اختیار کرنا اور اپنے قلوب و اذہان کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کرنے کی بھی فضیلت ہے۔

مشققت کے اوقات میں وضوء کی فضیلت

(۴) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں

ایسی چیز سے آگاہ نہ کروں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دے گا اور درجات کو بلند کر دے گا (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے کہا: اے اللہ کے رسول ضرور بتائیے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: مشقت اور ناگواری کے باوجود (اچھے طریقے سے) مکمل وضوء کرنا، مسجدوں کی طرف زیادہ قدم چلنا اور نماز کے بعد (دوسری) نماز کا انتظار کرنا، پس یہی رباط ہے، پس یہی رباط ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۱)

فوائد:

مشقت سے مراد سخت سردی وغیرہ میں کامل وضوء کرنا ہے۔ با وضوء ہو کر مسجد کی طرف جانا نہایت فضیلت والا عمل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”من توضعاً هلكذا، غفر له ما تقدم من ذنبه، وكانت صلاته ومشيئه إلى المسجد نافلة“

یعنی جس نے ”طریقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم“ کے مطابق وضوء کیا تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کی نماز اور اس کا مسجد کی طرف چل کر جانے کا ثواب ایک زائد حصہ ہے (صحیح مسلم: ۲۳۹) مزید فرمایا: جس شخص نے اچھی طرح سے وضوء کیا پھر وہ (مسجد کی طرف) گیا اور اس نے لوگوں کو پایا کہ وہ نماز پڑھ چکے ہیں، تو اللہ اس کو اس شخص کے برابر ثواب عطا کرے گا جس نے باجماعت نماز ادا کی، اس سے ان کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی (ابوداؤد: ۵۶۲ و اسنادہ حسن و صحیح الحاکم ۲۰۸، ۲۰۹ ووافقه الذہبی) ایک نماز سے دوسری نماز کے انتظار میں رہنا بھی ثواب اور رفع درجات کا باعث ہے۔

سرخدی چھاؤنی کو دشمن سے محفوظ رکھنے کے لیے وہاں پر پہرہ دینا ”رباط“ کہلاتا ہے۔ امام دمیاطی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”ان کاموں کو ”رباط“ اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ کام لوگوں کو گناہوں اور نافرمانیوں سے باز رکھتے ہیں“ (المتجر المرائج: ۵۹۱) اسی طرح نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنے سے انسان اپنے نفس کی بری خواہشات سے محفوظ رہتا ہے۔

وضوء کے بعد گواہی (دعاء) کی فضیلت

(۵) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص وضوء کرے اور اچھے طریقے سے (پورا) وضوء کرے، پھر کہے

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ (صحیح مسلم: ۲۳۴)

تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں وہ جس (دروازے) سے چاہے داخل ہو جائے

اور ترمذی نے یہ الفاظ زیادہ روایت کیے ہیں: ”اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين“

(سنن ترمذی: ۵۵)

فوائد:

وضوء کے بعد مذکورہ دعا پڑھنا بہت زیادہ فضیلت کی حامل ہے۔ لیکن واضح رہے دوران دعا آسمان کی طرف انگلی یا چہرے کو اٹھانا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے (سنن ابی داؤد: ۱۷۰) کی ایک روایت میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دعا پڑھنے کا ذکر ہے لیکن اس روایت کے متعلق فضیلۃ الشیخ استاذی حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

إسناده ضعيف ابن عم زهرة بن معبد ”رجل مجهول“ (أنوار الصحيفة: ص ۱۲)

اعتراض: حافظ زبیر علی زئی صاحب نے مذکورہ دعا ”اللهم اجعلني الخ“ کو ماہنامہ ”الحدیث“ ص ۳۲ پر ضعیف لکھا ہے جبکہ صلوٰۃ الرسول (جدید ایڈیشن) کے صفحہ ۶۹ پر حسن لکھا ہے۔

ازالہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ دعا ”اللهم اجعلني الخ“ ضعیف ہے اور اس کی واضح دلیل ماہنامہ ”الحدیث“ اور شیخ حافظ زبیر علی زئی صاحب کی تحقیق سے شائع شدہ ریاض الصالحین طبع دار السلام ہے (دیکھئے:

(۱۲۲/۲)

شیخ صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں: ”زیادۃ الترمذی ضعیفہ“ ایسے ہی شیخ صاحب کی تصنیف لطیف ”أنوار الصحيفة فی الأحادیث الضعیفۃ من السنن الأربعة مع الأدلة“ ص: ۱۳۸ لکھتے ہیں:

”ضعیف بهذا اللفظ -- والحديث صحيح بدون الزيادة: اللهم اجعلني الخ“

باقی رہا صلوٰۃ الرسول میں ”حسن“ لکھنا تو عرض ہے کہ کافی عرصہ پہلے صلوٰۃ الرسول کی تحقیق و تخریج کا فریضہ شیخ صاحب نے سرانجام دیا تھا تو اس وقت شواہد کی بنا پر ”حسن“ قرار دیا تھا لیکن جب شواہد بھی ضعیف ثابت ہو گئے تو تحقیق ثانی میں مذکورہ روایت کو ضعیف کہا لیکن ناشر نے بغیر مراجعت کر دئے ہی اسے شائع کر دیا ہے اس لیے جدید ایڈیشن میں اس کی تصحیح نہیں ہو سکی (واللہ اعلم)

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ بھی وضوء کے بعد پڑھنا ثابت ہے دیکھئے (السنن الکبریٰ للامام النسائی: ج ۹، ۹۹۰، عمل الیوم واللیلۃ: ج ۸۰) اسے امام حاکم اور امام ذہبی رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔ (مستدرک الحاکم: ۵۶۴/۱ ج ۲، ۲۰۷)

امام ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”هذا حديث صحيح الإسناد“ (نتائج الأفكار: ۲۴۵/۱)

اور واضح رہے کہ ابوجز مدلس نہیں ہے دیکھئے فضیلۃ الشیخ استاذ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی کتاب: الفتح المبین فی طبقات المدلسین (ص ۲۵) اور النکت علی کتاب ابن الصلاح (۲/۶۳۷، ۶۳۸)

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

محترم الاستاذ زبیر علی زئی صاحب

السلام علیکم: خیریت مطلوب! خیریت موجود

(۱) امام جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب تاریخ الخلفاء میں ایک روایت از بزار سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ قیامت کے دن اللہ سے مصافحہ کریں گے اور اپنا سلام پیش کریں گے اور اللہ عزوجل حضرت عمرؓ کو ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں داخل کریں گے۔

(۲) دوسری روایت بھی سیوطی صاحب کی کتاب سے منقول ہے کہ ہر نبی نے اپنے امتی کے پیچھے نماز پڑھی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آدمؑ نے کس کے پیچھے نماز پڑھی۔

(۳) حضورؐ سے منقول ہے کہ ابن عباسؓ نے خواب میں آپؐ کو دیکھا چہرہ گرد آلود ہے بال بکھرے ہوئے ہیں ہاتھ میں خون کی بوتل تھی حضرت عباسؓ نے پوچھا یا رسول اللہ یہ خون کی بوتل کیسی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں مقتل حسین گاہ سے آ رہا ہوں اور تمام دن حضرت حسینؑ اور ان کے خاندان کا خون اکٹھا کرتا رہا۔ (مظاہر حق جدید) صفحہ نمبر 793 امام بیہقی اور مسند احمد

مولانا صاحب کچھ شیعہ حضرات نے ان احادیث پر اعتراض کیا ہے اور ان کی اسناد کے صحیح ہونے پر شک کیا ہے آپ مہربانی فرما کر ہمیں قرآن و حدیث اور اسماء الرجال سے مطالعہ فرما کر ان کے راویوں کے بارے میں تحقیق و وضاحت تحریر فرمائیں۔

اگر یہ روایات صحیح ہیں تو بھی ان کے بارے میں مدلل تحریر کریں اور اگر ضعیف اور غریب ہیں تو ان کے ضعیف اور کمزور سند ہونے کی وجہ تحریر کریں۔

عابد حسین شاہ ولد ظہور شاہ

تحصیل میاں چنوں ضلع خانیوال

محلہ سیداں جعفری نزد گوشت مارکیٹ بحوالہ حنیف قمر تلمبہ

الجواب:

آپ کی مذکورہ روایات کی تحقیق درج ذیل ہے والحمد للہ
۱: تاریخ الخلفاء للسیوطی میں لکھا ہوا ہے کہ:

”وأخرج ابن ماجه والحاكم عن أبي بن كعب قال: قال النبي عليه الصلوة والسلام: أول من

يصفحه الحق عمر وأول من يسلم عليه وأول من يأخذ بيده فيدخل الجنة“ (ص ۱۱۷)

ترجمہ: ابن ماجہ (۱۰۴) اور حاکم (۸۴۳) ۴۲۸۹ نحو المعنی نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: الحق (یعنی اللہ) سب سے پہلے (قیامت کے دن) عمر سے مصافحہ کرے گا اور سب سے پہلے عمر پر سلام کرے گا اور سب سے پہلے عمر (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ پکڑ کر انہیں جنت میں داخل کرے گا۔

تحقیق: یہ روایت (سخت) ضعیف ہے۔ (انوار الصحیفہ ص ۲۶۵)

ابن ماجہ والی سند کا ایک راوی داود بن عطاء ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ”ضعیف“ (تقریب التہذیب: ۱۸۰۱) امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”منکر الحديث“ (کتاب الضعفاء: ۱۱۰) و تہذیب الاقویاس (۳۹) احمد بن ابی بکر البوصیری (متوفی: ۵۸۴۰) فرماتے ہیں کہ: ”قد اتفقوا على ضعفه“ یعنی اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق (یعنی اجماع) ہے۔

اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”هذا الحديث منكر جداً وما أبعد من أن يكون موضوعاً۔ الخ“

یہ حدیث سخت منکر ہے بلکہ میرے نزدیک اس کا موضوع ہونا بعید از امکان نہیں ہے۔

(جامع المسانید ۲/۷۲ ح ۴۱ و شرح سنن ابن ماجہ للسیدھی ۵۲/۱)

مستدرک الحاکم والی سند ضعیف ہے۔ اس کے راوی فضل بن جبیر الوراق کی توثیق نامعلوم ہے۔ حافظ العقیلی نے اسے

کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ (۴۴۳/۳ ت ۱۴۹۲)

مستدرک والی روایت پر حافظ ذہبی نے شدید جرح کی ہے۔

اکمال لابن عدی (۲۵۲۸/۷) و تاریخ دمشق لابن عساکر (۱۴۰/۴) و العلل المبتدئیہ لابن الجوزی (۱۹۲/۱ ح ۳۰۹)

میں اس کا ایک موضوع (من گھڑت) شاہد (تائید کرنے والی روایت) بھی ہے اس روایت میں قاضی وہب بن وہب ابو البیتر کی کذاب ہے اور محمد بن ابی حمید الانصاری ضعیف ہے۔

شیخ الالبانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”منکر جداً“ قرار دیا ہے۔ (السلسلۃ الضعیفہ: ۵۰۶/۵ ح ۲۳۸۵)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت ”أول من يصفحه الحق“ إلخ اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے۔

تنبیہ: بزواروالاحوالہ مجھے نہیں ملا واللہ اعلم

۲: حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ: ”(الحادی عشر) حدیث بمابقض نبی قط حتی یؤمہ رجل من أمتہ ،
البنار“

مفہوم: حدیث میں آیا ہے کہ: ایسا کوئی نبی بھی فوت نہیں ہوا جس نے اپنی وفات سے پہلے اپنے کسی امتی کے پیچھے نماز
نہیں پڑھی (تاریخ الخلفاء ص ۸۸)

یہ روایت بنار (المحر الزخار ۵۵۵ ح ۳، کشف الاستار ۲۱۱/۳ ح ۲۵۹۱) اور احمد بن حنبل (المسند ۱۳/۱ ح ۷۸) نے
”عاصم بن کلیب قال: حدثني شيخ من قريش من بني تميم عن عبد الله بن الزبير عن عمر بن
الخطاب عن أبي بكر الصديق رضي الله عنهم“ إلخ کی سند سے بیان کی ہے۔
یہ سند ضعیف ہے (تحقیق احمد شا کر ۹/۱ نیز دیکھئے الموسوعة الحديثية/تحقیق مسند الامام احمد ۲۴۰/۱)
اس کا راوی شیخ مجہول ہے۔ مجہول راوی کی بیان کردہ حدیث ضعیف ہوتی ہے الایہ کہ اس کی تائید و متابعت کسی دوسری
صحیح یا حسن روایت سے ہو جائے۔

دوسری سند: ابو نعیم الاصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”حدثنا أبو محمد بن حيان: ثنا أبو صالح عبد الرحمن بن أحمد الزهري الأعرج: ثنا إبراهيم
بن أحمد النابتي: ثنا علي بن الحسن بن شفيق: ثنا أبو حمزة السكري عن عاصم بن كليب عن
عبد الله بن الزبير ثنا عمر بن الخطاب عن أبي بكر الصديق رضي الله عنهم قال: سمعت النبي
صلى الله عليه وسلم يقول: ما بعث الله نبياً إلا وقد أمه بعض أمته“ (الخبار اصبحان ۱۱۴/۲)
یہ روایت تین وجہ سے ضعیف ہے۔

اول: عاصم بن کلیب اور عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے درمیان مجہول شیخ کا واسطہ لگ گیا ہے۔ مجہول شیخ کے واسطے
والی روایت ”المزید فی متصل الأسانید“ کے باب سے ہے۔

دوم: عبد الرحمن بن احمد الاعرج مجہول الحال ہے۔

سوم: ابراہیم بن احمد النابتي کی توثیق نامعلوم ہے دیکھئے الضعیفة للمحدث الكبير الألباني رحمه الله
(۶۲۳۶ ح ۵۳۳/۱۳)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت اپنی دونوں سندوں کے ساتھ ضعیف ہے لہذا یہ سوال کہ ”آدم علیہ السلام نے کس کے پیچھے
(نماز) پڑھی؟“ کسی جواب کا محتاج نہیں ہے۔

تنبیہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن (کسی شرعی عذر کی وجہ سے) نماز پڑھنے والی جگہ دیر سے آئے تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی اور اپنی فوت شدہ رکعت کو بعد میں دہرا لیا۔ دیکھئے صحیح مسلم کتاب الطہارہ، باب المسح علی الناصیۃ والعمامہ (۲۷۸/۱) و سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوۃ باب ماجاء فی صلوۃ رسول اللہ ﷺ خلف رجل من أمته (۱۲۳۶ح) یاد رہے کہ نبی ﷺ کی موجودگی میں دوسرا شخص امام نہیں ہو سکتا، جو شخص آپ کی غیر حاضری میں نماز پڑھا رہا تھا وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

۳: یہ روایت مظاہر حق قدیم (ج ۵ ص ۷۳۸) و مشکوٰۃ المصابیح (ج ۲ ص ۶۱۷) میں بحوالہ دلائل النبوة للبیہقی (۲/۶۷۱) و مسند احمد (۲۳۲/۱ ج ۲ ص ۲۱۶) مذکور ہے۔

” وعن ابن عباس أنه قال: رأيت النبي ﷺ فيما يرى النائم ذات يوم بنصف النهار أشعث أغبر، بيده قارورة فيهدام، فقلت بأبي أنت وأمي ما هذا؟ قال: هذا دم الحسن وأصحابه، لم أزل ألقطه منذ اليوم، فأحصي ذلك الوقت فأجد قتل ذلك الوقت“

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: میں نے ایک دن دو پہر کو نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ کے بال بکھرے ہوئے اور گرد آلودہ ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں خون کی ایک بوتل ہے۔ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ کیا ہے؟ (یعنی آپ کی یہ حالت اور خون کی بوتل یا پیالہ کیوں ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حسین (رضی اللہ عنہ) اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے، اسے میں (قتل گاہ حسین میں) صبح سے اکٹھا کر رہا ہوں۔ (ابن عباس نے) فرمایا: پھر میں نے اس (خواب کے) وقت کو یاد رکھا تو معلوم ہوا کہ اسی وقت (اور دن) وہ (حسین رضی اللہ عنہ) شہید ہوئے تھے۔

اسے احمد (المسند ۲۳۲/۱ ج ۲ ص ۲۱۶، ۲۵۵۳ ج ۲ ص ۷۷۸) طبرانی (الکبیر ۱۱۰/۳ ج ۲ ص ۲۸۲، ۱۸۵/۱۲ ج ۱ ص ۱۸۳) حاکم (۳۹۷/۴ ج ۳ ص ۸۰۱) بیہقی (دلائل النبوة ۲/۶۷۱) اور ابن عساکر (تاریخ دمشق ۲۲۸/۱۴) نے حماد بن سلمہ عن عمار بن ابی عمار عن ابن عباس کی سند سے روایت کیا ہے۔ اسے امام حاکم و ذہبی دونوں نے صحیح مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر الدمشقی نے کہا: ”تفرد به أحمد وإسناده قوي“ اسے (کتب سبعہ میں سے) صرف احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے (البدایہ والنہایہ ۲۰۲/۸) شیخ وصی اللہ بن محمد عباس المدنی الہکی فرماتے ہیں:

”إسناده صحيح“ اس کی سند صحیح ہے۔ (تحقیق فضائل الصحابة ۷/۷۷۲)

حماد بن سلمہ:

آپ صحیح مسلم و سنن اربعہ کے مرکزی راوی ہیں مثلاً دیکھئے صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۶ ح ۵۹/۱۱۰ و ترقیم دارالسلام: ۲۱۴، وج ۱ ص ۷۵ ح ۷۸/۱۱۹ وج ۱ ص ۹۱ ح ۱۲۲/۲۵۹ وغیرہ، حماد بن سلمہ پر جرح مردود ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے کہا: ”حماد بن سلمہ ثقة“ حماد بن سلمہ قابل اعتماد راوی ہیں۔

(الجرح والتعديل ۱۴۲۳ وسندہ صحیح) نیز دیکھئے تاریخ الدارمی: ۳۷ و سوالات ابن الجبید: ۱۷۲ وقال ثقة ثبت العجلی المعتدل نے کہا: ”بصری ثقة، رجل صالح، حسن الحديث“ (التاریخ بترتیب الحثی والسیکی: ۳۵۴) یعقوب بن سفیان الفارسی یا حجاج (بن منہال) نے کہا: ”وهو ثقة“ (کتاب المعرفة والتاریخ ۶۱۱/۲) اسے درج ذیل محدثین نے بھی ثقہ و صحیح کہا ہے۔

۱: احمد بن حنبل (سوالات ابن ہانی: ۲۱۳۰، ۳۱۳۱ و موسوعة أقوال الإمام أحمد بن حنبل ۲۹۹/۱)

۲: ابن حبان (کتاب الثقات ۲۱۶/۶ و صحیح ابن حبان الاحسان: ۲۲، ۵۰، ۵۱۔۔)

۳: ابن شہین (ذكر من اختلف العلماء ونقاد الحديث فيص ۴۱)

۴: الترمذی (۷۲، ۷۳، ۳۰۷، ۱۲۳۸۔۔)

۵: ابن الجارود (۴۶، ۷۷، ۱۲۴۱۰۔۔)

۶: الحاکم (۶۰۸/۲ ح ۴۲۰۵ وغیرہ)

۷: ابن خزیمہ (۲۰۸/۱ ح ۴۰۰ و ۳۶۰ ح ۱۴۱۲)

۸: الساجی: ”كان حافظاً ثقة مأموناً“ (تہذیب التہذیب ۱۵/۳) وغیرہم

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ: ”الإمام الحافظ شيخ الاسلام“ (تذكرة الحفاظ ۲۰۲/۱ ت ۱۹۷)

”ولم ينحط حديثه عن رتبة الحسن“ اور اس کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گری ہے۔

(سير اعلام النبلاء ۴۴۶/۷)

حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں: ”ثقة عابد أثبت الناس في ثابت، وتغير حفظه بأخرة“

ثقة عابد تھے، ثابت (النہانی) سے روایت کرنے میں سب لوگوں سے زیادہ ثقہ ہیں، آپ کا حافظہ آخری عمر میں متغیر ہو

گیا تھا۔ (تقریب التہذیب: ۱۳۹۹)

حماد بن سلمہ سے روایت مذکورہ درج ذیل محدثین نے بیان کی ہے۔

۱: عبد الرحمن بن مہدی (احمد ۲۳۲/۱)

۲: عفان (احمد ۲۸۳/۱)

۳: الحسن بن موسیٰ الاشیب (الحاکم فی المستدرک ۳۹۷/۲) وغیرہم

حماد بن سلمہ سے عبد الرحمن بن مہدی، عفان اور حسن بن موسیٰ کی روایات صحیح مسلم میں بطور حجت موجود ہیں۔ (تہذیب الکمال بموسسۃ الرسالۃ ۲/۸۷۲ صحیح مسلم ۲۹۷/۱۸۱ ادار السلام: ۴۴۹، ۳۴۷/۲۰۳، سلام: ۵۰۰، ۱۸۷/۱۱۹ اسلام: ۳۱۴)

صحیحین میں جس غلط و متغیر الحفظ راوی سے استدلال کیا گیا ہے اس کی دلیل ہے کہ مذکورہ روایات قبل از اختلاط کی ہیں دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح (ص ۲۶۶ دوسرا نسخہ ۴۹۹)

خلاصہ یہ کہ روایت مذکورہ پر اختلاط کی جرح مردود ہے کیونکہ یہ اختلاط و تغیر سے پہلے کی ہے والحمد للہ

نتیجہ: یہ روایت صحیح (یا حسن لذاتہ) ہے۔ (۲ فروری ۲۰۰۵ء)

”بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتہائی محترم، حافظ زبیر علی زئی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ان شاء اللہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ گذشتہ خطوط میں آپ سے چند مسائل پر تفصیلی گفتگو ہوئی اور بالآخر آپ کی تحقیق پر دل مطمئن ہوا کیونکہ مقامی علماء جن کو ان مسائل میں آپ کی تحقیق سے تعارض تھا آپ کے سوالات کے جواب نہ دے سکے۔ فالحمد للہ

مہربانی کر کے میرے چند سوالوں کے جواب دیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے۔“

سوال نمبر ۱: جمہور ائمہ محدثین، مرسل روایت کو احکام و مسائل میں معتبر گردانتے ہیں یا ضعیف سمجھتے ہیں۔ نیز کیا جمہور محدثین میں، محدثین احناف بھی شامل ہیں؟

الجواب:

جمہور محدثین کے نزدیک تابعی کی مرسل روایت ہر لحاظ سے مردود ہے۔ امام مسلم بن الحجاج النیسابوری (متوفی ۲۶۱ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”و المرسل من الروایات فی أصل قولنا وقول أهل العلم بالأخبار ليس بحجة“

ہمارے (محدثین) کے اصل قول اور (دوسرے) علماء کے نزدیک مرسل روایت حجت نہیں ہے۔

(مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲ بعد ح: ۹۲ وفتح الملمہ ج ۱ ص ۴۱۰)

حافظ ابو الفضل عبد الرحیم بن الحسین العراقی (متوفی ۸۰۶ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ورده جماهير النقاد للجهل بالساقط في الإسناد“

اور مرسل کو جمہور ناقدین (محدثین) نے رد کر دیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سند میں سے ساقط شدہ واسطہ مجہول ہوتا ہے۔

(ألفية العراقي مع فتح المغيث ج ١ ص ١٣٤)

علامہ ابن الصلاح الشہر زوری (متوفی ٦٣٣ھ) لکھتے ہیں:

”وما ذكرناه من سقوط الاحتجاج بالمرسل والحكم بضعفه هو المذهب الذي استقر عليه

آراء جماهير حفاظ الحديث ونقاد الأثر“

اور ہم نے جو ذکر کیا ہے کہ مرسل ضعیف ہوتی ہے اور اس سے حجت پکڑنا ساقط ہے، یہی وہ مذہب (یعنی مسلک) ہے

جس پر جمہور حفاظ حدیث اور ناقدین حدیث کا اتفاق ہوا ہے۔

(علوم الحديث مع التقييد والايضاح ص ٧٤ ونسخه محققه ص ١٣٠)

امام ترمذی (متوفی ٢٤٩ھ) فرماتے ہیں کہ:

”والحديث اذا كان مرسلًا فانه لا يصح عند أكثر أهل الحديث“

اور حدیث اگر مرسل ہو تو اکثر اہل حدیث (یعنی جمہور محدثین) کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

(كتاب العلل ط دار السلام ص ٨٩٦، ٨٩٧ و شرح علل الترمذی لابن رجب ٢٧٣/١)

حافظ ابوبکر الخطیب البغدادی (متوفی ٣٦٣ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”وعلى ذلك أكثر الأئمة من حفاظ الحديث ونقاد الأثر“

اور اس پر (یعنی مرسل حجت نہیں ہے) اکثر ائمہ حفاظ حدیث اور ناقدین حدیث ہیں۔

(الكفاية في علم الرواية ص ٣٨٤)

حافظ متقن علامہ ابن خلفون الاندلسی (متوفی ٦٣٦ھ) اپنی کتاب ”المنقى في الرجال“ میں لکھتے ہیں:

”ولا اختلاف أعلمه بينهم أنه لا يجوز العمل بالمرسل إذا كان مرسله غير محرز، يرسل عن

غير الثقات“

اس بات میں مجھے کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے کہ اگر ارسال کرنے والا محتاط نہ ہو اور غیر ثقہ راویوں سے روایت کرے تو

مرسل پر عمل جائز نہیں ہے۔ (النكت على مقدمة ابن الصلاح للزركشي ص ١٥٨)

حافظ یحییٰ بن شرف النووی (متوفی ٦٤٦ھ) فرماتے ہیں:

”ثم المرسل حديث ضعيف عند جماهير المحدثين وكثير من الفقهاء وأصحاب الأصول“

پھر یہ کہ مرسل حدیث جمہور محدثین، بہت سے فقہاء اور علمائے اصول کے نزدیک ضعیف حدیث ہے۔

(تقرب النوى مع تدريب الراوى ج ۱ ص ۱۹۸)
ان نقول علماء کے مقابلے میں ”رسالہ ابی داود ابی اہل مکہ فی وصف سنہ“ میں لکھا ہوا ہے کہ:
”وأما المراسيل فقد كان يحتج بها العلماء فيما مضى مثل سفیان الثوري“
اور مراسیل سے اگلے علماء حجت پکڑتے تھے جیسے سفیان ثوری۔ (رسالہ ابی داود ص ۲۵)
اسے عبدالحی لکھنوی حنفی (متوفی ۱۳۰۴ھ) نے ”وأما المراسيل فقد كان أكثر العلماء يحتجون بها فيما مضى مثل سفیان الثوري“ (ظفر الأمانی فی مختصر الجرجانی ص ۳۸۴، ۳۸۵) کے الفاظ میں نقل کیا ہے۔

تنبیہ: اکثر العلماء کا لفظ رسالہ ابوداود میں موجود نہیں ہے۔ نیز دیکھئے النکت لابن حجر (۵۶۸/۱)
ایسی نقول پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ زرکشی (متوفی ۹۴۷ھ) لکھتے ہیں:
”وبينهم أن يكون مرادهم أكثر أهل الأصول“
اور اس کی مراد یہ لینی چاہیے کہ اکثر اہل اصول (وابل فقہ) مراد ہیں۔ (النکت للزرکشی ص ۱۵۶)
اس سلسلے میں ابن جریر طبری کا ایک مردود و باطل قول بھی ہے، اس کی تردید کے لیے النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح
لحافظ ابن حجر (۵۶۸/۱) وغیرہ دیکھیں۔
حافظ العلاء (متوفی ۶۱۱ھ) اس پر (یعنی ابن جریر سے منسوب قول پر) تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”ان دعوى الاجماع فى ذلك باطل قطعاً“ (جامع التحصيل فی أحكام المراسيل ص ۶۸)
اس (مرسل کی حجت) کے بارے میں دعویٰ اجماع یقیناً باطل ہے۔
خلاصہ یہ کہ صحابہ کی مراسیل روایات تو قطعاً مقبول ہیں لیکن تابعین کی مرسل روایات جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و
غیر مقبول ہیں۔

محدثین احناف میں سے امام ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ) کے نزدیک مرسل روایت حجت نہیں ہے۔ حافظ طحاوی (متوفی:
۳۲۱ھ) کے بارے میں طحاوی حنفی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ منقطع (یعنی) مرسل روایت کو حجت نہیں سمجھتے،
دیکھئے شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۶۴ کتاب السير باب الرجل يسلم فى دار الحرب
وعنده أكثر من أربع نسوة
حافظ طحاوی حنفی محدثین کے بارے میں لکھتے ہیں:

”وهم لا يحتجون بالمرسل“

اور وہ مرسل کو حجت نہیں مانتے۔ (معانی الآثار ۶/۲ کتاب النکاح، باب النکاح بغیر ولی عصبۃ)

حافظ ابن عبدالبر الاندلسی (متوفی ۴۶۳ھ) کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ (مرسل کو حجت سمجھنے والے) خنفی و مالکی حضرات مناظروں میں مرسل کو حجت نہیں سمجھتے۔ دیکھئے التمهید (ج ۱ ص ۷)
ابن حزم الاندلسی (متوفی ۴۵۶ھ) نے ان لوگوں پر سختی سے رد کیا ہے جو مرسل کو حجت تسلیم کرنے کے بعد خواہشات نفسانیہ کے لیے اسے رد کر دیتے ہیں دیکھئے المحلی (ج ۲ ص ۱۲ مسئلہ ۱۷۸)
سوال نمبر ۲: آپ کا کسی مسئلہ پر اجماع کا حکم لگانا، پوری امت مسلمہ کا کلی اجماع ہے یا یہ چند محدثین کا اجماع ہے؟

الجواب:

اجماع سے مراد تمام اہل حق، اہل سنت مسلمانوں کا اجماع ہے، جس میں محدثین و فقہاء وغیرہم سب شامل ہیں۔
سوال نمبر ۳: کیا کسی روایت پر صحیح، حسن یا ضعیف کا حکم لگانا، مبنی بر اجتہاد ہے؟
جیسا کہ مولانا یوسف لدھیانوی نے ”اختلاف امت اور صراط مستقیم“ میں امام ابن تیمیہؒ کے حوالہ سے اس بات کی توثیق کی ہے اور نتیجہ یہ نکالا ہے کہ ائمہ و محدثین کے مابین اختلاف دراصل اسی اجتہاد کی وجہ ہے۔ یعنی کوئی امام یا محدث کسی روایت کو صحیح کہتا ہے تو دوسرا اس کو ضعیف کہتا ہے۔ ایک حسن کہتا ہے تو تیسرا صحیح وغیرہما۔۔۔

الجواب:

صحیح یا ضعیف روایات دو قسم کی ہیں:
اول: ان کے صحیح یا ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔
حافظ ابو حاتم الرازی (متوفی ۲۷۷ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
”و اتفاق اهل الحديث على شيء يكون حجة“
اور اہل حدیث (محدثین) کا کسی چیز پر اتفاق کرنا حجت ہوتا ہے۔
(كتاب المراسيل ص ۱۹۲ ت ۷۰۳ ترجمة محمد بن مسلم الزهري)
شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحارانی (متوفی ۷۲۸ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
”فإذا اجتمع أهل الفقه على القول بحكم لم يكن إلا حقاً وإذا اجتمع أهل الحديث على تصحيح حديث لم يكن إلا صدقاً“
پس فقہاء کسی قول پر اجماع کر لیں تو یہ حق ہی ہوتا ہے اور اگر محدثین کسی حدیث کی تصحیح پر اجماع کر لیں تو یہ حدیث (یقیناً) سچی ہی ہوتی ہے۔ (مجموع فتاویٰ ج ۱ ص ۱۰۹)
معلوم ہوا کہ اجماعی حدیث کو ماننا اجتہادی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اجماع کی پیروی ہے۔
دوم: وہ حدیث جس کے صحیح یا ضعیف ہونے پر اختلاف ہے۔ اس میں جمہور کی تحقیق کو ترجیح دینا اجتہادی مسئلہ ہے۔

یاد رہے کہ جس اصول کو بھی اختیار کیا جائے پھر اس پر عمل ضروری ہے ورنہ قول و فعل میں تضاد کا دوسرا نام منافقت ہے۔
تنبیہ (۱): عبدالوہاب بن علی السبکی (متوفی ۷۷۷ھ) لکھتے ہیں:
”أن عدد الجراح إذا كان أكثر قدم الجرح اجماعاً“

بے شک اگر جراحیں کی تعداد زیادہ ہو تو بالا جماع جرح مقدم ہوتی ہے (قاعدہ فی الجرح والتعديل ص ۵۰)
اس سے معلوم ہوا کہ جس راوی کو جمہور محدثین مجروح سمجھیں تو متاخرین کے نزدیک یہ راوی مجروح ہی ہوتا ہے۔
حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے پر اختلاف اجتہادی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حنفی حضرات اپنے مطلب کی حدیث کو صحیح اور دوسروں کی حدیث کو ضعیف کہہ کر کام چلا لیں۔ اس میں بھی رائج یہی ہے کہ ائمہ محدثین کی اکثریت جس طرف ہے اسے ہی ترجیح دی جائے گی۔

تنبیہ (۲): صاحب ”اختلاف امت اور صراط مستقیم“ کی پارٹی والے لوگ صحیحین کی تلقین بالقبول والی اجماعی احادیث کو رد کر کے اپنے اکابر کے افعال و اقوال کو ترجیح دیتے ہیں مثلاً دیکھئے ارشاد القاری ص ۴۱۲ تصنیف: رشید احمد لدھیانوی سوال نمبر ۴: مجھے ابھی تک اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ جب ”علم الرجال“ پوری طرح مرتب و مدون ہو چکا ہے اور اب اس میں نہ کوئی کمی اور نہ ہی بیشی ہو سکتی ہے تو پھر آج اتنا اختلاف کیوں ہے ہر مسلک کے علماء کا بلکہ ایک ہی مسلک کے علماء کا ایک ہی روایت پر حکم مختلف کیوں ہوتا ہے۔ اگر کوئی روایت حقیقتاً ضعیف ہے تو اس کا ضعف ”علم الرجال“ کی کتب میں مفصلاً موجود ہے اور اسی طرح صحیح اور حسن کا۔ اس کے باوجود مختلف مسالک کے علماء میں جرح و تعدیل، رد و قدح اور رد و قبول میں اتنا ہیر پھیر کیوں ہے۔ بس ذرا اس کو واضح طور پر سمجھا دیں۔

الجواب:

اختلاف کی وجہ تقلید ہے۔

مثال اول: انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب ایک حدیث کو قوی تسلیم کر کے چودہ سال اس کا جواب سوچتے رہے دیکھئے درس ترمذی (ج ۲ ص ۲۲۴) والعرف الشذی ومعارف السنن و فیض الباری (ج ۲ ص ۳۷۵)
مثال دوم: رشید احمد لدھیانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”معہذا ہمارا فتویٰ اور عمل قول امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ہی رہے گا اس لیے کہ ہم امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لیے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ اولاً و ثانیاً کہ ان سے استدلال وظیفہ مجتہد ہے“ (ارشاد القاری الی صحیح البخاری ص ۴۱۲)

مثال سوم: محمود الحسن دیوبندی نے فرمایا:

”الحق والإنصاف أن التراجع للشافعي في هذه المسئلة ونحن مقلدون يجب علينا تقليد إمامنا

أبي حنيفة“

حق اور انصاف یہ ہے کہ اس مسئلے میں شافعی کو ترجیح حاصل ہے اور ہم مقلد ہیں، ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے (التقریر لئلیٰ ص ۳۶)

مثال چہارم: قاری رحمت دین دیوبندی نے حضور میں میرے سامنے کہا تھا کہ:

”اگر تم دو سو حدیثیں رفع یدین کے بارے میں پیش کرو تو میں نہیں مانتا“

یہ ہے اصل سبب جس کی وجہ سے مرضی کی حدیث کو صحیح اور مخالف کی حدیث کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔

مثال اول: علی محمد حقانی دیوبندی نے اپنی مرضی والی حدیث میں یزید بن ابی زیاد کو ثقہ اور مرضی کے خلاف والی حدیث میں یزید بن ابی زیاد کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے نبوی نماز، سندھی ج ۱ ص ۳۵۵ و ص ۱۶۹

مثال دوم: امین اوکاڑوی دیوبندی نے مرضی والی حدیث میں عطاء بن ابی رباح کو دو سو صحابہ سے ملاقات کا اعتراف کیا ہے اور مرضی کے خلاف حدیث میں عطاء بن ابی رباح کی دو سو صحابہ سے ملاقات کا انکار کر دیا ہے، دیکھئے مجموعہ رسائل طبع ۱۹۹۱ء ج ۱ ص ۲۶۵ (نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی شرعی حیثیت ص ۹) اور ج ۱ ص ۱۵۶ (تحقیق مسئلہ آئین ص ۴۴)

سوال نمبر ۵: بعض علماء نماز شروع کرنے کی دعا، سبحانک اللہم وبحمدک۔۔۔ الخ کو ضعیف کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صرف، اللہم باعد بینی۔۔ الخ (بخاری) پڑھنی چاہیے پہلی دعا واقعی ضعیف ہے جبکہ ہر نماز کی کتاب میں یہی دعا لکھی ہوتی ہے۔

الجواب:

”سبحانک اللہم وبحمدک“ والی روایت بلحاظ سند حسن لذاتہ ہے، ضعیف نہیں ہے بلکہ شواہد کی وجہ سے صحیح لغیرہ ہے۔ دیکھئے سنن ابی داؤد (۷۷۵) تحقیق الالبانی وقال: ”صحیح“

میں نے نیل المقصود میں لکھا ہے کہ ”وإسناده حسن“

اللہم باعد بینی والی روایت صحیحین میں ہے اور یہ سنن میں ہے۔ دونوں روایتوں میں سے جس پر بھی عمل کیا جائے باعث ثواب ہے۔ ان شاء اللہ

سوال نمبر ۶: بریلوی مولوی اپنی مروجہ بدعات کو ثابت کرنے کے لیے درج ذیل دلائل پیش کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت عمرؓ کا تراویح کی جماعت کا حکم دینا اور فرمانا ”نعمت البدعة هذه“ ”یہ ایک اچھی بدعت ہے۔“ لہذا اچھی بدعت جائز ہے۔

۲۔ مرقاۃ باب الاحکام میں حدیث ہے: ”جس کام کو مسلمان اچھا جائیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے“

۳۔ مشکوٰۃ باب العلم میں ہے: ”جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے گا اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس کو بھی جو

اس پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کرے گا تو اس پر اس کا گناہ بھی ہے اور اس کا بھی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی“

آپ ذرا ان دلائل کا پوسٹ مارٹم کر دیں۔ جزاکم اللہ

سوال نمبر ۷: ”بدعت حسنہ“ اور ”بدعت سیئہ“ کی تقسیم درست ہے؟ جبکہ حضرت عمرؓ کا عمل وقول موجود ہے یعنی تراویح کی جماعت کا حکم اور فرمانا ”نعمت البدعة هذه“ ”یہ ایک اچھی بدعت ہے“ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”وکل بدعة ضلالة“ ”ہر بدعت گمراہی ہے“

الجواب: (۶) و (۷)

”نعمت البدعة هذه“ سے مراد بدعت شرعی نہیں بلکہ بدعت لغوی ہے دیکھئے منہاج السنۃ لشیخ الاسلام ابن تیمیہ و مرعاة المفاتیح (۳/۳۲۷ ج ۱۳۰۹) یہی تحقیق شاطبی اور ابن رجب کی ہے۔

یاد رہے کہ تراویح کی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً اور فعلاً دونوں طرح ثابت ہے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی قول ”مارآہ المسلمون حسناً فہو عند اللہ حسن“ میں المسلمون سے مراد تمام (صحیح العقیدہ) مسلمان ہیں۔ لہذا یہ حدیث اجماع کی دلیل ہے۔

”من سن سنة حسنة“ الخ سے مراد طریقہ جاری کرنا ہے، طریقہ گھڑنا اور ایجاد کرنا نہیں ہے۔ جو طریقہ سنت سے ثابت ہے اسے جاری کرنے میں ہی ثواب ہے۔ والحمد للہ

سوال نمبر ۸: ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور تہلیلوں کو چہرے پر پھیرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟ کیا دعا میں ہاتھ اٹھانا دعا کی قبولیت کا سبب ہے؟

الجواب:

دونوں ہاتھ اٹھا کر منہ پر پھیرنا سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً ثابت ہے، دیکھئے الادب المفرد للبخاری (۶۰۹)

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے اس پر شیخ البانی رحمہ اللہ وغیرہ کی جرح مردود ہے والحمد للہ

سوال نمبر ۹: عبدالعزیز بن باز اور بہت سے سلفی علماء کا فتویٰ ہے کہ مقتدی کا امام کو رکوع میں پالینا، پوری رکعت پالینا ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”سورة فاتحة کے بغیر کوئی نماز نہیں“ (بخاری)

الجواب:

اس سلسلے میں رائج یہی ہے کہ رکوع والی رکعت جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے، نہیں ہوتی۔ تحقیق کے لیے دیکھئے ”اتمام الخشوع باحکام مدرک الکوع“ تصنیف شیخ محمد یونس قریشی دہلوی رحمہ اللہ، مطبوعہ: مکتبہ اہل حدیث

ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی۔

شیخ الاسلام عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ وغیرہ کی یہ تحقیق کہ ”رکعت ہو جاتی ہے“ مجروح ہے۔
ابوبکرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ انہوں نے وہ رکعت شمار کر لی تھی یا مدرک رکوع ہونے کے
لیے جھکتے ہوئے صف میں شامل ہوئے تھے۔

تنبیہ: ایک روایت میں آیا ہے کہ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”خشیت أن تفوتنی رکعة معك فأسرع
المشي“ مجھے یہ ڈر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری رکعت فوت ہو جائے گی، پس اس لیے میں تیز تیز چل کر
آیا ہوں۔ (جزء القراءة للبخاری: ۱۹۵)

اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کا راوی ابو خلف عبداللہ بن عیسیٰ الخزاز ضعیف راوی ہے۔ (تقریب التہذیب: ۳۵۲۴)
ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ ”وهو يحضر يريد أن يدرك الركعة“

اور وہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) حاضر ہو رہے تھے وہ رکعت پانا چاہتے تھے (مسند احمد ج ۵ ص ۴۲ ح ۲۰۴۳۵)
اس کی سند بشار ابن عبد الملک المزنی الخیاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔ بشار مذکور کے بارے میں امام ابن معین نے فرمایا:
”ضعیف“ (الجرح والتعديل ۴۱۵/۲ وسندہ صحیح) حافظ ابن حبان کا بشار کو کتاب الثقات میں ذکر کرنا امام ابن معین کی
جرح کے مقابلے میں مردود ہے۔

مسند احمد کے (الموسوعة الحديثية ۸۲/۴۳) کے محققین نے بشار الخیاط کی روایت کی تائید الاستاذ کارل ابن عبدالم (۸۸۵۶)
سے پیش کی ہے حالانکہ استاذ کار کی سند ضعیف ہونے کے ساتھ اس میں ”ادراک رکعة“ والے الفاظ کا کوئی ذکر نہیں ہے
دیکھئے الاستاذ کار (ج ۲ ص ۳۱۷ ح ۳۶۵)

سوال نمبر ۱۰: نومولود بچے کے کان میں اذان دینا صحیح صریح احادیث سے ثابت ہے؟

الجواب:

نومولود کے کان میں اذان دینے والی حدیث ضعیف ہے لیکن امام ترمذی کے قول ”والعمل علیہ“ (سنن الترمذی:
۱۵۱۴ ونسخه مخطوط ص ۱۰۸) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے پر تمام مسلمانوں کا عمل یعنی اجماع ہے۔

سوال نمبر ۱۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”انا زعيم بيت في ربض الجنة لمن تراك المراء وإن كان محققاً“

میں جنت کے گرد و نواح میں اس آدمی کے لیے گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو بحث و جدال چھوڑ دے اگرچہ وہ حق ہی پر

کیوں نہ ہو (سند حسن، سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی حسن خلق، ۴۸۰۰)

جب سے یہ حدیث پڑھی ذہن بہت الجھ گیا، میرے سارے کلاس فیلو حنفی ہیں ان سے بڑی گرم باتیں ہوتی ہیں اور

میں ہمیشہ قرآن و حدیث کے دلائل سے ان کو جواب کرتا ہوں مگر جب سے میں نے یہ حدیث ان کو سنائی ہے وہ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث تیرے جیسے بندے کے لیے کہی ہے۔ کیوں کہ تو بحثیں بہت کرتا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر ایک شخص شرک و بدعت کی تبلیغ کر رہا ہے تو اس پر حق واضح کر دینا چاہئے اور ظاہری بات ہے کہ بحث تو ہوگی ایک دو باتوں سے وہ مطمئن تو نہ ہوگا۔ اور قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ﴾

اور ان سے احسن طریقے سے بحث و جدال کیجئے

اس لیے اگر ایک شخص قرآن و حدیث کو توڑ موڑ کر پیش کرتا ہے اور شرک و بدعت کی توثیق میں ان کی من مانی تاویلات کرتا ہے تو اس پر دلائل کے ذریعے بحث کر کے اتمام حجت کر دینی چاہیے۔ اور پھر علماء کا اختلافی مسائل پر بحث کرنا کس ضمن میں آتا ہے۔ بس آپ ذرا مجھے سمجھائیں۔ والسلام علیکم

[حافظ عاطف منظور 238 - فتح ماؤن او کپاہ (8-11-04)]

الجواب:

لغت میں ”المراء“ کا مطلب ہے ”جھگڑا کٹ جتنی بحث“ (القاموس الوحید ص ۱۵۴۶) علامہ ابن الاثیر (متوفی ۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

”المراء: الجدل، والتماری والمماراة: المجادلة على مذهب الشك والريبة“
مراء جھگڑے کو کہتے ہیں اور تماری، مماراة کا معنی یہ ہے کہ شک و شبہ کی بنیاد پر جھگڑا کیا جائے۔

(النهاية في غريب الحديث ج ۴ ص ۳۲۲)

معلوم ہوا کہ حدیث مذکور میں احکام و اختلافی مسائل پر دعوت و تحقیق کے لیے بحث و مباحثہ مراد نہیں ہے، علامہ ابن الاثیر مزید لکھتے ہیں کہ:

”وقيل: إنما جاء هذا في الجدل والمراء في الآيات التي فيها ذكر القدر ونحوه من المعاني على مذهب أهل الكلام وأصحاب الأهواء والآراء، دون ما تضمنته الأحكام وأبواب الحلال والحرام فإن ذلك قد جرى بين الصحابة فمن بعدهم من العلماء وذلك فيما يكون الغرض منه والباعث عليه ظهور الحق يتتبع دون الغلبة والتعجيز والله أعلم“

اور کہا گیا ہے کہ اس حدیث (لائماروانی القرآن الخ) سے مراد، تقدیر وغیرہ کے مسائل میں آیات کریمہ میں، اہل کلام، اہل بدعت اور اہل رائے کی طرح جھگڑا کرنا ہے۔ اس سے احکام اور حلال اور حرام والے مباحث مراد نہیں ہیں کیونکہ یہ بحثیں (اور مناظرے) تو صحابہ کرام اور بعد والے علماء کے آپس کے درمیان ہوئے ہیں، ان کی غرض و مقصد یہ تھا کہ

حق واضح ہو جائے تاکہ حق کی اتباع کی جائے، ان سے مخالف پر مجرد غلبہ یا عاجز کرنا مراد نہیں تھا، واللہ اعلم (انہما یہ)
(۳۲۲/۴)

﴿وَجَادِلْهُمْ بَالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ اور اچھے طریقے کے ساتھ ان لوگوں سے مجادلہ (بحث) کرو (النحل: ۱۲۵) جائز
مناظرے کے جواز کی دلیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”بلغوا عني ولو آية“ الخ مجھ سے (دین لے کر) لوگوں تک پہنچا دو
چاہے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو (صحیح البخاری: ۳۴۶۱)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ایک کافر سے مناظرہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۵۸)
مستدرک الحاکم (۵۹۳/۲، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸) میں نجران کے عیسائیوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث و مباحثہ مذکور ہے۔
صحیح الحاکم علی شرط مسلم ووافقتہ الدھبی،
صحیح بخاری میں ایک فقہی مسئلے پر سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہما کا مناظرہ موجود ہے۔
(۳۴۶، ۳۴۵)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا خوارج سے مناظرہ کرنا ثابت ہے (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۸۷۱ وسندہ حسن)
شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

”فکل لم ينظر أهل الالحاد والبدع مناظرة تقطع دابرهم ، لم يكن أعطى الإسلام حقه ولا وفي
بموجب العلم والإيمان ولا حصل بكلامه شفاء الصدور وطمأنينة النفوس ولا أفاد كلامه العلم
واليقين“

پس ہر شخص جو ملحدین و مبتدعین سے (عالم ہونے کے باوجود) بنیاد کاٹ دینے والا مناظرہ نہ کرے تو اس نے اسلام کا
حق ادا نہیں کیا اور نہ علم و ایمان کا تقاضا پورا کیا ہے۔ اس کے کلام سے دلوں کی شفا اور طمینان حاصل نہیں ہوتا اور نہ اس
کا کلام علم و یقین کا فائدہ دیتا ہے۔ (درء تعارض العقل والنقل ج ۱ ص ۳۵۷)
معلوم ہوا کہ اہل باطل اور لاعلم لوگوں کو کتاب و سنت کے دلائل سنا کر حق واضح کرنا دین کی بہت بڑی خدمت ہے۔
(6-2-2005)

”بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم حافظ زبیر علی زئی صاحب السلام علیکم!

گزارش ہے کہ کچھ دنوں سے ہماری سکول کلاس میں (صحیح) بخاری کی حدیث کذبات ابراہیم علیہ السلام کا
بہت چرچا ہو رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں قرآن کریم میں آپ کو ”صدیقاً نبیاً“ کہا گیا ہے اور حدیث میں آپ کی طرف

جھوٹ منسوب ہوا ہے، اس لیے یہ اس بخاری کو نہیں مانتے اور اسی وجہ سے یہ کتاب اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کا درجہ نہیں رکھتی۔ اس کے متعلق آپ بالوضاحت مضمون لکھیں۔ آپ کی خدمت میں ایک گزارش ہے براہ کرم اس کام کو جلد سرانجام دیں۔ اللہ آپ کے علم میں اور اضافہ فرمائے۔ (آمین) والسلام محمد ارسلان ستار طالب علم (کلاس نہم)“

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

کذبات ابراہیم علیہ السلام والی حدیث، مختلف الفاظ کے ساتھ درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔

۱: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

۲: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

۳: سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث درج ذیل تابعین عظام رحمہم اللہ اجمعین سے مروی ہے۔

۱: محمد بن سیرین البصری (ثقة ثبت عابد کبیر القدر، توفی ۱۱۰ھ/تقریب النہذیب: ۵۹۲ھ ملخصاً)

۲: عبدالرحمن بن ہرمز الأعرج (ثقة ثبت عالم، توفی ۱۱۷ھ/تقریب: ۴۰۳ھ)

۳: ابو زرعة بن عمرو بن جریر (ثقة تقریب: ۸۱۰ھ)

محمد بن سیرین سے درج ذیل راویوں نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

۱: ایوب بن ابی تمیمہ السخنیانی (ثقة ثبت حجة، توفی ۱۳۱ھ/تقریب: ۶۰۵ھ)

☆ صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب ۸ ح ۳۳۵۷ و صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب ۴ ح ۶۱۴۵ (۶۱۴۵) ح ۲۳۷۱/۱۵۳

۲: هشام بن حسان البصری (ثقة إرجح توفی ۱۴۷ھ، أو ۱۴۸ھ/تقریب: ۲۸۹ھ وانظر طبقات المدلسین: ۳/۱۱۰)

☆ أبوداود فی سننہ (۲۲۱۲) والنسائی فی السنن الکبریٰ (۹۸/۵ ح ۸۳۷) والنسائی الحفظة (۳۹۶/۷ ح ۸۳۱۶) وابن

حبان فی صحیحہ (الاحسان: ۴۹۵/۷ ح ۵۷۰۷ والنسائی الحفظة ۴۵/۱۳ ح ۷۷۷) وابن جریر الطبری فی تفسیرہ

(۲۵/۲۳) وأبو یعلیٰ فی مسندہ (۶۰۳۹)

عبدالرحمن بن ہرمز الأعرج سے درج ذیل راوی نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

۱: ابوالترناد (عبداللہ بن ذکوان المدنی) (ثقة فقیہ: توفی ۱۳۰ھ أو بعدھا/تقریب: ۳۳۰۲)

☆ أحمد فی مسندہ ۲/۴۰۳ ح ۹۲۳۰ والنسائی الحفظة ۱۵/۱۳۱ ح ۹۲۴۱ والتزمی (۳۱۶۶) وقال: ”حسن صحیح“

والطبري فی تفسیرہ (۲۵/۲۳ وسندہ حسن) ورواہ البخاری (۲۲۱۷) مختصرأجداً۔

- ابوزرعة بن عمرو بن جریر سے درج ذیل راوی نے یہ حدیث بیان کی ہے۔
- ۱: أبو حیان النخعی الکوفی (تقد عابد، توفی ۱۴۱ھ تقریب: ۷۵۵) ☆ البخاری فی صحیحہ (۴۷۱، ۳۳۶) و مسلم فی صحیحہ (۱۴۸۰ [۲۸۰/۳۲۷] و عبد اللہ بن المبارک المروزی فی مسندہ (۱۱۰) و أحمد فی مسندہ (۴۳۵/۲، ۴۳۶، ۹۶۲) ح ۳۸۷-۳۸۸/۱۵ و النسخة المحققة ۹۶۲۳ ح ۳۸۷-۳۸۸/۱۵ و مسندہ صحیح (و النسائی فی الکبریٰ (۳۷۸/۶، ۳۷۹، ۱۱۲۸۶) ح ۳۷۹-۳۸۰/۱۰ و النسخة المحققة ۱۱۲۸۶ ح ۳۷۹-۳۸۰/۱۰ و ابن خزيمة فی کتاب التوحید (ص ۲۴۲-۲۴۳ و النسخة المحققة ۲۴۲-۲۴۳ ح ۵۹۶-۵۹۷) و ابن کئی شیبہ فی المصنف (۳۱۶۶۵ ح ۳۱۶۶۵) و الترمذی (۲۴۳۳) و قال: هذا حديث حسن صحيح) و أبو عوانة فی صحیحہ (المستخرج علی صحیح مسلم ۱۷۰-۱۷۱) ۱-۷۷
- سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے درج ذیل راوی نے یہ حدیث بیان کی ہے۔
- ۱: قتادة بن دعامة البصري (تقد ثبت، توفی ۱۱۹۳ھ انظر تقریب: ۵۵۱۸) ☆ النسائی فی الکبریٰ (۴۴۰/۶، ۴۴۱، ۱۱۴۳۳) ح ۴۴۱-۴۴۲/۱۰ و النسخة المحققة ۱۱۴۳۳ ح ۴۴۱-۴۴۲/۱۰ و مسندہ حسن، و قنادة صرح بالسماع
- سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ
- ☆ الترمذی (۳۱۸/۱۸) و قال: حسن) و أبو یعلیٰ فی مسندہ (۱۰۴۰ ح ۳۱۰/۲)
- تنبیہ: یہ روایت علی بن زید بن جدعان کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔
- سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
- ☆ أحمد فی مسندہ (۲۸۱/۱، ۲۸۲، ۲۸۳) ح ۲۸۲-۲۸۳/۱، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲،

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ کذباتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام والی حدیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بذریعہ دو صحابیوں سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہما ثابت ہے۔
اسے امام بخاری کے علاوہ امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن حبان، امام ابو عوانہ وغیرہم نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ رحمہم اللہ! جمعین یہ حدیث امام بخاری (پیدائش: ۱۹۴ھ وفات: ۲۵۶ھ) کی پیدائش سے پہلے امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ (وفات: ۱۸۱ھ) نے بیان کر رکھی ہے۔ ان کے علاوہ امام بخاری کے استادوں مثلاً امام احمد بن حنبل، امام ابن ابی شیبہ، معاصرین مثلاً امام ابوداؤد وغیرہ اور بعد والے محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔
کسی محدث نے اس حدیث پر جرح نہیں کی اور نہ کسی سے اس کا انکار ثابت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، صحابہ و تابعین سے بھی یہی روایت ثابت ہے۔ اس صحیح روایت کا مفہوم صرف یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تین مقامات پر توریہ فرمایا تھا، جسے تعریض بھی کہتے ہیں۔ اور ایسا کرنا شرعاً جائز ہے۔ اس توریہ کو حدیث میں کذبات کہا گیا ہے۔ اہل جازکی لغت میں توریہ کو کذب بھی کہتے ہیں دیکھئے فتح الباری (ج ۶ ص ۳۹۱ تحت ح ۳۳۵۸) وتفسیر ابن کثیر (۳۴۹/۵ سورۃ الصافات: ۸۹) وشروح احادیث وکتب لغت وغیرہ،
والسلام
زبیر علی زئی (۳۰ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ)

حافظ زبیر علی زئی

قسط: سوم

دین میں تقلید کا مسئلہ

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ:

”والذی یجب أن یقال: کل من انتسب إلى إمام غیر رسول الله ﷺ یو الی علی ذلک و یعادی علیہ فهو مبتدع خارج عن السنة والجماعة، سواء کان فی الأصول أو الفروع“
یہ کہنا واجب (فرض) ہے کہ ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے امام سے منسوب ہو جائے، اس انتساب پر وہ دوستی رکھے اور دشمنی رکھے تو یہ شخص بدعتی ہے، اہل سنت والجماعت سے خارج ہے، چاہے (انتساب) اصول میں ہو یا فروع میں (الکنز المذہب والفلک المشون ص: ۱۴۹)
۱۴: الشیخ العالم الکبیر المحدث محمد فاخر بن محمد یحییٰ بن محمد امین العباسی السلفی، الہ آبادی (پیدائش ۱۱۲۰ھ وفات ۱۱۶۲ھ) تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ کتاب و سنت کے دلائل پر عمل کرتے اور خود اجتہاد کرتے تھے۔
(دیکھئے نزہۃ الخواطر ج ۶ ص ۳۵۱ ت ۶۳۶)

امام محمد فاخر الہ آبادی فرماتے ہیں کہ:

”تقلید کا معنی دلیل معلوم کئے بغیر کسی کے قول پر عمل کرنا ہے۔ کسی روایت کو قبول کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کو تقلید نہیں کہتے، اہل علم کا اجماع ہے کہ اصول دین میں تقلید کرنا ممنوع ہے، جمہور کے نزدیک کسی خاص مذہب کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اجتہاد واجب ہے۔ تقلید کی بدعت چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوئی ہے“
(رسالہ نجاتیہ ص ۴۱، ۴۲)

محدث فاخر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”طالب نجات کے لئے لازم ہے کہ پہلے کتاب و سنت کے مطابق اپنے عقائد درست کرے اور اس بارہ میں کسی کے قول و فعل کی طرف قطعاً توجہ نہ دے“ (رسالہ نجاتیہ ص ۱۷)

نیز فرماتے ہیں کہ:

”اہل سنت کے تمام مذاہب میں حق موجود ہے، اور ہر مذہب کے بانی کو حق سے کچھ نہ کچھ حصہ ملا ہے، مگر اہل حدیث کا مذہب دیگر سب مذاہب سے زیادہ حق پر ہے“ (نجاتیہ ص ۴۱)

تنبیہ: علامہ محمد فاخر رحمہ اللہ کی وفات ۱۱۶۴ھ کے بہت بعد میں بانی مدرسہ دیوبند: محمد قاسم نانوتوی صاحب (پیدائش ۱۲۳۸ء) اور بانی مدرسہ بریلی: احمد رضا خان بریلوی صاحب (پیدائش ۱۲۷۲ھ) پیدا ہوئے تھے۔

۱۵: شیخ الإمام صالح بن محمد العمری الفلانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۱۸ھ) نے تقلید کے رد میں ایک زبردست کتاب لکھی ہے ”ایقظاھم أولی الأبصار للاقتداء بسید المهاجرین والأنصار و تحذیرھم عن الابتداع الشائع فی القری والأصبار، من تقلید المذاهب مع الحمیة والعصبیة بین فقھاء الأعصار“
۱۶: شیخ حسین بن محمد بن عبد الوہاب اور شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب رحمہما اللہ نے فرمایا:

”عقیدۃ الشیخ محمد رحمہ اللہ۔۔ اتباع ما دل علیہ الدلیل من کتاب اللہ و سنة رسول اللہ ﷺ وعرض أقوال العلماء علی ذلك فما وافق كتاب الله وسنة رسوله قبلناه وأفتینا به وما خالف ذلك رد دنہ علی قائلہ“

شیخ محمد (بن عبد الوہاب) رحمہ اللہ کا عقیدہ یہ ہے کہ۔ جس پر کتاب و سنت کی دلیل ہو اس کی اتباع کی جائے اور علماء کے اقوال کو (کتاب و سنت) پر پیش کرنا چاہئے، جو کتاب و سنت کے موافق ہوں انہیں ہم قبول کرتے ہیں اور ان پر فتویٰ دیتے ہیں اور جو (کتاب و سنت) کے مخالف (اقوال) ہیں ہم انہیں رد کر دیتے ہیں۔

(الدرر السنیہ ۲۱۹/۱، ۲۲۰، دوسرا نسخہ ۱۲/۴-۱۲ والافتاح بما جاء عن أئمة الدعوة من الأقال فی الاتباع ص ۲۷)

۱۷: عبد العزیز بن محمد بن سعود رحمہ اللہ (سعودی عرب کے بادشاہ) سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی مذاہب مشہورہ کی تقلید نہیں کرتا، کیا یہ شخص نجات پا جائے گا؟ سلطان عبد العزیز نے کہا:

”من عبد الله وحده لا شريك له، فلم يستغث إلا الله ولم يدع إلا الله وحده ولم يذبح إلا لله وحده ولم ينذر إلا لله وحده ولم يتوكل إلا عليه ويذب عن دين الله وعمل بما عرف من ذلك بقدر استطاعته فهو ناج بلا شك وإن لم يعرف هذه المذاهب المشهورة“

جو شخص ایک اللہ، لا شریک لہ کی عبادت کرے، استغاثہ صرف اسی سے کرے، دعا صرف ایک اللہ ہی سے مانگے ذبح بھی ایک اللہ ہی کے لئے کرے، نذر بھی صرف اسی کی ہی مانے، صرف اسی پر توکل کرے، اللہ کے دین کا دفاع کرے اور اس میں سے جو معلوم ہو حسب استطاعت اس پر عمل کرے تو یہ شخص بغیر کسی شک کے نجات پائے والا ہے، اگرچہ اسے ان مذاہب مشہورہ کا پتہ ہی نہ ہو۔ (الدرر السنیہ ۲/۱۷۰ - ۱۷۳ طبع جدیدہ، والافتاح ص ۳۹ - ۴۱)

۱۸: سعودی عرب کے مفتی شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے فرمایا:

”وأنا الحمد لله - لست بمتعصب ولكني أحكم الكتاب والسنة وأبني فتاوي على ما قاله الله ورسوله، لا على تقليد الحنابلة ولا غيرهم“

میں، بحمد اللہ، متعصب نہیں ہوں، لیکن میں کتاب وسنت کے مطابق فیصلے کرتا ہوں۔ میرے فتوؤں کی بنیاد قال اللہ اور قال الرسول پر ہے، حنابلہ یا دوسروں کی تقلید پر نہیں ہے۔ (المجلد رقم: ۸۰۶ تاریخ ۲۵ صفر ۱۴۱۶ھ ص ۲۳ والاقتراع ص ۹۲) ۱۹: یمن کے مشہور سلفی عالم شیخ مقبل بن ہادی الوادعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”التقليد حرام، لا يجوز لمسلم أن يقلد في دين الله۔“ تقلید حرام ہے، کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کے دین میں (کسی کی) تقلید کرے۔ (تحفة الحبيب على أسئلة الحاضر والغریب ص ۲۰۵) شیخ مقبل رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ:

”فالتقليد لا يجوز والذين يبحون تقليد العامي للعالم نقول لهم: أين الدليل ؟“ پس تقلید جائز نہیں ہے اور جو لوگ عامی (جابل) کیلئے تقلید جائز قرار دیتے ہیں ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ (اس کی) دلیل کیا ہے؟ (ایضاً ص ۲۶)

شیخ مقبل بن ہادی رحمہ اللہ طالب علموں کو نصیحت فرماتے ہیں کہ:

”نصيحتي لطلبة العلم: الإبتعاد عن التقليد، قال الله سبحانه وتعالى ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾

طالب علموں کو میری یہ نصیحت ہے کہ وہ تقلید سے دور رہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس کا تجھے علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ چل۔ (غارة الأشرط على أهل الجبل والسفط ص ۱۱، ۱۲)

۲۰: مدینہ طیبہ کے خالص عربی، سلفی شیخ محمد بن ہادی بن علی المدخلی حفظہ اللہ نے تقلید کے رد پر ایک کتاب لکھی ہے ”الافتناع بما جاء عن أئمة الدعوة من الأقوال في الإبتاع“ میں جب شیخ کے گھر گیا تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے یہ کتاب مجھے دی۔ واللہ اس طرح کے اور بے شمار حوالے ہیں، ان سے ثابت ہے کہ تقلید کے رد پر خیر القرون میں اجماع تھا اور بعد میں جمہور کا یہ مسلک و مذہب و تحقیق ہے کہ تقلید جائز نہیں ہے۔

تمہیہ (۱): امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے لکھا ہے کہ:

”وأما من يسوغ له التقليد فهو العامي الذي لا يعرف طرق الأحكام الشرعية فيجوز له أن يقلد عالماً و يعمل بقوله: قال الله تعالى ﴿فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾“

تقلید جس کے لئے جائز ہے وہ ایسا عامی (جاہل) ہے جو شرعی احکام کے دلائل نہیں جانتا، اس کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی عالم کی تقلید کرے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر (علماء) سے پوچھ لو۔ (الفقیہ والمحققہ ۶۸/۲) حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ:

”و هذا كله لغير العامة فإن العامة لا بدلها من تقليد علماء ها عند النازلة تنزل بها لأنها لا تتبين موقع الحجة ولا تصل بعدم الفهم إلى علم ذلك“

یہ سب (تقلید کی نفی) عوام کے علاوہ (یعنی علماء) کے لئے ہے۔ رہے عوام تو ان پر مسئلہ پیش آنے کی صورت میں، ان کے علماء کی تقلید ضروری ہے۔ کیونکہ انہیں دلیل معلوم نہیں ہوئی اور عدم علم کی وجہ سے وہ اس کے فہم تک نہیں پہنچ سکتے۔

(جامع بیان العلم وفضله ۱۱۴/۲، الرد علی من أخلد إلى الأرض ص ۱۲۳)

اس طرح کے اقوال بعض دوسرے علماء کے بھی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ عامی (جاہل) عالم سے مسئلہ پوچھ کر اس پر عمل کرے گا، اور یہ تقلید ہے۔

عرض ہے کہ عامی (جاہل) کا عالم سے مسئلہ پوچھنا بالکل صحیح ہے لیکن گزشتہ صفحات میں باحوالہ ذکر کر دیا گیا ہے کہ یہ تقلید نہیں ہے (بلکہ اتباع و اقتداء ہے) مثلاً دیکھئے ص ۲ وغیرہ، اسے تقلید کہنا غلط ہے۔

عامی دواجبہا ذکر کرتا ہے:

۱: وہ صحیح العقیدہ اہل سنت کے عالم کا انتخاب کرتا ہے، اگر وہ بد قسمتی سے کسی اہل بدعت کے عالم کا انتخاب کر لے تو پھر صحیح بخاری کی حدیث: ”فیصلون و یصلون“ پس وہ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے (بخاری: ۷۳۰۷، اور یہی مضمون ص ۲۲) کی رو سے گمراہ ہو سکتا ہے۔

۲: وہ صحیح العقیدہ اہل سنت کے عالم کے پاس جا کر مسئلہ پوچھتا ہے کہ مجھے دلیل سے جواب دو، عامی کا یہی اجتہاد ہے۔ نیز دیکھئے مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ (۲۰۴/۲۰) و اعلام الموقعین (۲۱۶/۴) و ایقاظ ھم اولی الابصار (ص ۳۹) عامی سے مراد: ”الصراف الجاهل الذي لا يعرف معنى النصوص والأحاديث وتأویلا تھا“

جاہل محض، جو نصوص و احادیث کا معنی اور تاویل نہیں جانتا۔ (خزانة الروایات، بحوالہ ایقاظ ھم اولی الابصار ص ۳۸) عامی اگر جنگل میں ہو اور قبلہ کی سمت اسے معلوم نہ ہو وہ نماز پڑھنے کے لئے اجتہاد کر لے گا۔

ایک عامی (مثلاً دیوبندی) اپنے مولوی، مثلاً یونس نعمانی (دیوبندی) سے مسئلہ پوچھ کر اگر اس پر عمل کرے تو کوئی بھی یہ نہیں کہتا ہے کہ یہ عامی یونس نعمانی کا مقلد ہو گیا ہے اور اب یہ حنفی نہیں بلکہ یونی ہے!!

تمہیہ (۲): خطیب بغدادی و ابن عبد البر وغیرہ مانے علماء کے لئے تقلید کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس کے برعکس دیوبندی و بریلوی حضرات یہ کہتے پھرتے ہیں کہ عالم پر بھی تقلید واجب ہے۔ اسی وجہ سے ان کے نام نہاد علماء بھی اہل تقلید کہلاتے

ہیں۔

تنبیہ (۳): بعض علماء کے ساتھ حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی کا سابقہ و لاحقہ لگا ہوتا ہے جس سے بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ علماء مقلدین میں سے تھے۔ اس استدلال کے باطل ہونے کے چند دلائل درج ذیل ہیں۔

۱: حنفی و شافعی علماء نے خود تقلید پر شدید رد کر رکھا ہے۔ دیکھئے ص ۲۸ حوالہ: ۹ (ابو جعفر الطحاوی)، ص ۲۸ حوالہ: ۱۰ (العینی) و ص ۲۹ حوالہ: ۱۱ (الزیلعی) وغیرہ،

۲: ان علماء سے مروی ہے کہ وہ تقلید کا انکار کرتے تھے۔ شافعیوں کے علماء: ابوبکر القفال، ابوعلی اور قاضی

حسین سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”لسنا مقلدین للشافعی، بل وافق رأینا رأیہ“

ہم (امام) شافعی کے مقلد نہیں ہیں بلکہ ہماری رائے (اجتہاد کی وجہ سے) ان کی رائے کے موافق ہو گئی ہے۔
(النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر طبقات الفقہاء، تصنیف عبدالحی لکھنوی ص ۷، تقریرات الرافعی ج ۱ ص ۱۱ والتقریر
التخیر ج ۳ ص ۴۵۳)

علماء خود اعلان کر رہے ہیں کہ ہم مقلدین نہیں ہیں اور مقلدین یہ شور مچا رہے ہیں کہ یہ علماء ضرور مقلدین ہیں،
سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ

۳: کسی مستند عالم سے یہ قول ثابت نہیں ہے کہ ”انا مقلد“ میں مقلد ہوں!!

تنبیہ (۴): بعض علماء کو طبقات الشافعیہ و طبقات الحنفیہ و طبقات المالکیہ و طبقات الحنابلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اس کی
دلیل نہیں ہے کہ یہ علماء: مقلدین تھے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ طبقات الحنابلہ (ج ۱ ص ۲۸۰) و طبقات المالکیہ (الذبیح المذہب ص ۳۲۶ ت ۴۳) میں مذکور ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ طبقات مالکیہ و طبقات حنابلہ میں مذکور ہیں۔ کیا یہ دونوں امام بھی مقلدین میں سے تھے؟ اصل وجہ یہ ہے کہ استاد شاگردی یا اپنے نمبر بڑھانے وغیرہ کیلئے ان علماء کو ان کتب طبقات میں ذکر کر دیا گیا ہے، یہ ان کے مقلد ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اس طویل تمہید کے بعد اب ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب کے رسالے ”تحقیق مسئلہ تقلید“ کا جواب پیش خدمت ہے شروع میں ماسٹر صاحب کی عبارت کا عکس اور اس کے بعد علی الترتیب جوابات لکھ دیئے گئے ہیں والحمد للہ، وما توفیقی إلا باللہ،

سکینگ

نائل:

(۱) تحقیق کا لفظ تقلید کی ضد ہے۔ جب تحقیق ہوگی تو تقلید ختم ہو جائے گی۔ تقلید آتی ہی اس وقت ہے جب تحقیق نہ ہو۔ ایک غالی دیوبندی مولوی امداد الحق شیووی ”فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی“ نے صاف صاف لکھا ہے کہ:

”حقوقوا ولا تقلدوا“ (حقیقت حقیقت الالحاد ص ۲۳۱ مطبوعہ: اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵) شیووی کی عبارت کا ترجمہ: ”تحقیق کرو اور تقلید نہ کرو“ معلوم ہوا کہ تقلید تحقیق کی ضد ہے۔ واللہ

تحقیق اور تقلید ایک دوسرے کی ضد اور نفیض ہیں۔ تحقیق کا مادہ ”حق“ ہے۔ جس کا معنی ثابت شدہ بات صحیح بات وغیرہ ہے۔ اور ”تحقیق“ کا معنی ثابت کرنا، صحیح بات تک پہنچنا ہے جبکہ ”تقلید“ اس کے بالکل برعکس: غیر ثابت باتوں کو ماننا اور اپنانا ہے۔

(۲) محمد امین صدر صاحب، حیاتی دیوبندیوں کے مشہور مناظر تھے۔ راقم الحروف نے ان کا تفصیلی رد ”امین اوکاڑوی کا تعاقب“ / ”تحقیق جزء رفع الیدین“ اور ”تحقیق جزء القراءۃ للبخاری“ میں لکھا ہے۔ اوکاڑوی صاحب کے کاذب وافتراءات پر علیحدہ کتاب مرتب کرنے کا پروگرام ہے۔ فی الحال ان کے دس جھوٹ پیش خدمت ہیں:

۱: امین اوکاڑوی نے کہا: ”اس کا راوی احمد بن سعید دارمی مجسمہ فرقہ کا بدعتی ہے“

(مسعودی فرقہ کے اعتراضات کے جوابات ص ۴۲، ۴۱ تجلیات صدر، طبع جمعیت اشاعت العلوم الخفیه ج ۲ ص ۳۴۸، ۳۴۹)

تبصرہ: امام احمد بن سعید الدارمی رحمہ اللہ کے حالات تہذیب التہذیب (۳۲، ۳۱/۱) وغیرہ میں مذکور ہیں۔ وہ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما کے راوی اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کی تعریف کی۔ حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ”ثقة حافظ“ (تقریب التہذیب: ۳۹)

ان پر کسی محدث یا امام یا عالم نے، مجسمہ فرقے میں سے ہونے کا الزام نہیں لگایا۔

۲: اوکاڑوی نے کہا: ”رسول اقدسؐ نے فرمایا: ”لا جمعة الا بخطبة“ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا“

(مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۶۹ طبع جون ۱۹۹۳ء)

تبصرہ: ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث: رسول اللہ ﷺ سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ مالکیوں کی غیر مستند کتاب ”المدونہ“ میں ابن شہاب (الزہری) سے منسوب ایک قول لکھا ہوا ہے کہ:

”بلغني أنه لا جمعة إلا بخطبة فمن لم يخطب صلى الظهر أربعاً“ (ج ۱ ص ۱۷۷)

اس غیر ثابت قول کو اوکاڑوی صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے صراحۃً منسوب کر دیا ہے۔
۳: اوکاڑوی نے کہا: ”برادران اسلام، اللہ تعالیٰ نے جس طرح کافروں کے مقابلے میں ہمارا نام مسلم رکھا، اسی طرح اہل حدیث کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ نے ہمارا نام اہلسنت والجماعت رکھا“
(مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۶ طبع نومبر ۱۹۹۵ء)
تبصرہ: کسی ایک حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ نے اہل حدیث کے مقابلے میں دیوبندیوں کا نام: اہل سنت والجماعت نہیں رکھا۔ یہ بات عام علماء حق کو معلوم ہے کہ دیوبندی حضرات اہل سنت والجماعت نہیں ہیں بلکہ نرے صوفی، وحدت الوجودی اور غالی مقلد ہیں۔

۴: اوکاڑوی نے صحاح ستہ کے مرکزی راوی ابن جریج کے بارے میں کہا:
”یہ بھی یاد رہے کہ یہ ابن جریج وہی شخص ہیں جنہوں نے مکہ میں متعہ کا آغاز کیا اور نوے عورتوں سے متعہ کیا“
(تذکرۃ الحفاظ)“ (مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۶۴)

تبصرہ: تذکرۃ الحفاظ للذہبی (ج ۱ ص ۱۶۹ تا ۱۷۱) میں ابن جریج کے حالات مذکور ہیں مگر ”متعہ کا آغاز“ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ خالص اوکاڑوی جھوٹ ہے۔ رہی یہ بات کہ ابن جریج نے نوے عورتوں سے متعہ کیا تھا بحوالہ تذکرۃ الحفاظ (ص ۱۷۰، ۱۷۱) یہ بھی ثابت نہیں ہے کیونکہ امام ذہبی نے ابن عبدالحکم تک کوئی سند بیان نہیں کی۔
سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ: ”اور بے سند بات جت نہیں ہو سکتی“ (حسن الکلام ج ۱ ص ۳۲ طبع: بار دوم)
۵: ایک مردود روایت کے بارے میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں: ”مگر تاہم طحاوی ج ۱ ص ۱۶۰ پر تصریح ہے کہ مختار نے یہ حدیث بذات خود حضرت علیؓ سے سنی۔“ (جزء القراءة للبخاری، تخریفات: اوکاڑوی ص ۵۸ تحت ح ۳۸)
تبصرہ: معانی الآثار للطحاوی (بیروتی نسخہ ۲۱۹/۱، نسخہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک کراچی ج ۱ ص ۱۵۰) میں لکھا ہوا ہے کہ: ”عن المختار بن عبد اللہ بن ابی لیلیٰ قال: قال علي رضي الله عنه“
یہ بات عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ ”قال“ اور ”سمعت“ میں بڑا فرق ہے۔ قال (اس نے کہا) کا لفظ تصریح سماع کی لازمی دلیل نہیں ہوتا، جزء القراءة کی ایک روایت میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
”قال لنا أبو نعیم“ (ح ۴۸) اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اوکاڑوی فرماتے ہیں کہ: ”اس سند میں نہ

بخاری کا سماع ابو نعیم سے ہے اور ابن ابی الحسناء بھی غیر معروف ہے“ (جزء القراءة مترجم ص ۶۴)
۶: اوکاڑوی نے کہا: ”اور دوسرا صحیح السند قول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لا یقرؤا خلف الامام کہ امام کے پیچھے کوئی شخص قرأت نہ کرے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶)“ (جزء القراءة، ترجمہ و تشریح: امین اوکاڑوی ص ۶۳ تحت ح ۴۷)

تبصرہ: ان الفاظ کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ میں آپ ﷺ کی کوئی حدیث موجود نہیں ہے، بلکہ یہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جسے اوکاڑوی صاحب نے مرفوع حدیث بنا لیا ہے۔

۷: اوکاڑوی نے کہا: ”حضرت عمرؓ نے حضرت نافع اور انس بن سیرین کو فرمایا: تکفیک قراءۃ

الامام تجھے امام کی قرأت کافی ہے“ (جزء القراءة اوکاڑوی ص ۶۶ تحت ح ۵۱)

تبصرہ: انس بن سیرین رحمہ اللہ ۳۳ھ یا ۳۴ھ میں پیدا ہوئے (تہذیب التہذیب: ۳۷۴/۱) اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ۲۳ھ میں شہید ہوئے (تقریب التہذیب: ۴۸۸/۸) نافع نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا (اتحاف المکرہ للحافظ ابن حجر ۳۸۶/۱۲ قبل ح ۱۵۸۱) معلوم ہوا کہ انس بن سیرین اور نافع دونوں، امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں موجود ہی نہیں تھے تو ”کوفرمایا“ سراسر جھوٹ ہے جسے اوکاڑوی صاحب نے گھڑ لیا ہے۔

۸: اوکاڑوی نے کہا: ”تقلید شخصی کا انکار ملکہ و کٹوریہ کے دور میں شروع ہوا اس سے پہلے اس کا انکار نہیں

بلکہ سب لوگ تقلید شخصی کرتے تھے۔“ (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۴۱۰ نسخہ فیصل آباد)

تبصرہ: احمد شاہ درانی کو شکست دینے والے نغل بادشاہ احمد شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ (دور حکومت ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۷ھ) کے عہد میں فوت ہو جانے والے شیخ محمد فخرالہ آبادی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

”جمہور کے نزدیک کسی خاص مذہب کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اجتہاد واجب ہے۔ تقلید کی بدعت چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوئی ہے“ (رسالہ نجاتی ص ۴۱، ۴۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ نے تقلید شخصی کی مخالفت کی ہے (دیکھئے یہی مضمون ص ۲۹)

امام ابن حزم نے اعلان کیا ہے کہ: ”والتقلید حرام“ اور (عامی ہو یا عالم) تقلید حرام ہے۔

(النبذۃ الکافیہ ص ۷۰، ۷۱ ویہی مضمون ص ۲۸)

یہ سب ملکہ و کٹوریہ سے بہت پہلے گزرے ہیں۔

۹: اوکاڑوی نے کہا: ”یہی وجہ ہے کہ سب محدثین ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے مقلد ہیں“

(مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۶۲ طبع اول ۱۹۹۵ء)

تبصرہ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) سے محدثین کرام کے بارے میں پوچھا گیا کہ ”هل كان هؤلاء مجتہدين لم يقلدوا أحداً من الأئمة، أم كانوا مقلدين“ کیا یہ لوگ مجتہدین تھے، انہوں نے ائمہ میں سے کسی کی تقلید نہیں کی یا یہ مقلدین تھے؟ (مجموع فتاویٰ ج ۲ ص ۳۹) تو شیخ الاسلام نے جواب دیا:

”الحمد لله رب العالمين، أما البخاري و أبو داود فإما مان في الفقه من أهل الاجتهاد، وأما مسلم و الترمذي و النسائي و ابن ماجه و ابن خزيمة و أبو يعلى و الزار و نحوهم فهم على مذهب أهل

الحديث ، ليسوا مقلدين لواحد بعينه من العلماء ، ولا هم من الأئمة المجتهدين على الإطلاق“
بخاری اور ابوداؤد توفیقہ کے امام (اور) مجتہد (مطلق) تھے۔ رہے امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابویعلیٰ
اور البز ارو غیر ہم تو وہ اہل حدیث کے مذہب پر تھے، علماء میں سے کسی کی تقلید معین کرنے والے، مقلدین نہیں تھے، اور نہ
مجتہد مطلق تھے، (مجموع فتاویٰ ج ۲۰ ص ۴۰)

یہ عبارت اس مفہوم کے ساتھ درج ذیل کتابوں میں بھی ہے۔

توجیه النظر إلى أصول الأثر للجزائری ص (۱۸۵) الکلام المفید فی اثبات التقليد، تصنیف سرفراز خان صفدر
دیوبندی ص (۲۷ طبع ۱۴۱۳ھ) تلمس إلیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ (ص ۲۶)
تنبیہ: شیخ الاسلام کا ان کبار ائمہ حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ ”نہ مجتہد مطلق تھے“ محل نظر ہے۔ رحمہ اللہ رحمة
واسعة ،

۱۰: اوکاڑوی صاحب نے امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں کہا:

”میں نے کہا: سرے سے یہ ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دو سو صحابہ سے ہوئی ہو اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیرؓ
کے وقت تک کسی ایک شہر میں دو سو صحابہ موجود ہوں“

(تحقیق مسئلہ آئین ص ۴۴ و مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۱۵۶، طبع اکتوبر ۱۹۹۱ء)

دوسرے مقام پر یہی اوکاڑوی صاحب اعلان کرتے ہیں کہ:

”مکہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے۔ حضرت عطاء بن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں۔ دو سو صحابہ کرام سے
ملاقات کا شرف حاصل ہے“ (نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کی شرعی حیثیت ص ۹، و مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۲۶۵)
تبصرہ: ان دونوں عبارتوں میں ایک عبارت بالکل جھوٹ ہے۔ اوکاڑوی صاحب کے دس اکاذیب کا بیان ختم ہوا۔
(باقی آئندہ)

حافظ زبیر علی زئی

یمن کا سفر

سفر نامہ

ہم بیدیہ (سودی) ریاض (سودی عرب) میں جناب ابو عبد السلام محمد سعید بن عبد الکریم کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عید الفطر (۱۴۲۵ھ) کا دوسرا دن تھا۔ اتنے میں میرے سعودی کفیل جناب ابو هشام منصور بن مبارک بن عمر باعطیہ تشریف لائے۔ انتہائی ہنس مکھ اور زندہ دل انسان ہیں۔ سعودی و یمنی تہذیب کے امتزاج کا بہترین نمونہ اور خوش اخلاقی کا روشن ستون ہیں۔

ابو هشام نے بتایا کہ وہ تقریباً ایک ہفتہ بعد اپنے آبائی وطن یمن کی سیر اور بعض سلفی علماء کی ملاقات کے لیے یمن جانا چاہتے ہیں۔ میرے ذہن میں فوراً یمن کا تصور چھا گیا۔ نبی کریم ﷺ کی مشہور حدیث یاد آگئی:

”أناکم أهل الیمن هم أرق أفئدة وألین قلوبا، الإیمان یمان والحکمة یمانیة“

تمہارے پاس یمن والے آئے ہیں، یہ لوگ نرم دل اور رقیق القلب ہیں۔ ایمان یمنی ہے اور حکمت یمنی میں ہے۔

(بخاری: ۳۳۸۸ و مسلم: ۵۲۹۰)

یہ صحیح حدیث نبی کریم ﷺ کے دور والے یمنی مؤمنین پر منطبق ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہر دور کا ہر یمنی باشندہ ان صفات سے متصف ہے۔ تاہم اس حدیث سے یمنیوں کی فضیلت ضرور ثابت ہوتی ہے۔

شیخ ابو هشام نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

”اگر آپ بھی میرے ساتھ اس سفر میں جانا اور یمن کی سیر کرنا چاہتے ہیں تو بندہ حاضر ہے“ (۱)

میرے ایک دوست اور محسن قاری ابو یزید سیف اللہ بن عبد الکریم النوری اس مجلس میں موجود تھے، بولے:

”ضرور جائیں، یہ بہترین موقع ہے“ یمن کی سیر کا جذبہ میرے دل میں چل رہا تھا۔ میں نے فوراً ہامی بھر لی۔

یمنی سفارت خانے میں

کچھ دنوں کے بعد، میں اپنا پاسپورٹ اور کفیل کا ورقہ لے کر یمنی سفارت خانے پہنچا۔ مختلف ممالک کے پر شکوہ اور عظیم الشان سفارت خانوں کی عمارتیں، ریاض کے قریب ایک خوبصورت علاقے میں واقع ہیں، کچھ ر کے درختوں کی سرسبز و

(۱) یمنی سفر کا تمام کلام عربی زبان میں تھا جس کا مفہوم اردو قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ اسے خوب یاد رکھیں۔

شاداب قطاریں ایک عجیب روحانی منظر کی عکاسی کر رہی ہیں۔
درخواست دیتے وقت کلرک سے معلوم ہوا کہ ویزے کے حصول کے لیے میڈیکل چیک اپ رپورٹ (Medical check up report) (تقریر الفحص الطبی) کا ہونا ضروری ہے۔
ایک مستوصف (پرائیویٹ ہسپتال) سے چیک اپ کروایا۔ دوسرے دن رپورٹ لے کر سفارت خانے پہنچا تو انہوں نے کہا کہ کفیل کا پاسپورٹ ہونا ضروری ہے دفتری حضرات اسی طرح عام لوگوں کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔
جب سارے مطلوبہ کاغذات اور ابوہشام کا پاسپورٹ لے کر سفارت خانے گیا تو حکم ہوا کہ تونسلی مہدی الیمنی کے پاس جاؤ، پوچھ پوچھ کر جب مہدی صاحب کے پاس پہنچا تو انہوں نے کاغذات وغیرہ لے کر ارشاد فرمایا:
بکرة (یعنی کل آئیں)

بادل خواستہ سفارت خانے سے باہر آتے ہوئے کفیل ابوہشام کو ان کے موبائل فون پر اپنے موبائل سے اطلاع دے دی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ بہت جلد آرہے ہیں۔ انتظار کرتا رہا، جناب ابوہشام صاحب پونے دو بجے پہنچے، سفارت خانے کی دفتری کارروائیوں کے بند ہونے کا وقت دو بجے تھا۔ ابوہشام منصور نے بنفس نفیس تونسلی (کونسلر) مہدی سے ملاقات کی اور پرزور مطالبہ کیا کہ ویزا آج ہی ملنا چاہیے۔

دفتری تنگ و دو کے بعد مہدی صاحب نے میرے پاسپورٹ پر یمن کا ویزا لگوادیا لیکن یہ بھی لکھوایا کہ
”مع موافقة الکفیل“ یعنی یہ کفیل کے ساتھ یمن کی سیر کریں گے۔

اور کفیل کے پاسپورٹ پر میرا اندراج کروایا کہ ان کے ساتھ مکفل بھی ہوگا۔
سفارت خانے میں ابوہشام کی ملاقات ایک یمنی بابا شیخ جابری سے ہوئی جو ان کی جان کو چمٹ گیا تھا۔ بڑی مشکل سے تقریباً دو گھنٹے بعد شیخ جابری سے پیچھا چھڑوایا گیا۔ تاہم شیخ جابری نے کچھ کاغذات اور رقم صنعاء یمن میں اپنے بیٹے تک پہنچانے کے لیے ہمارے ہاتھ تھادی۔

یمن کی طرف

2 دسمبر 2004ء کو ابوہشام نے کہا کہ آپ ظہر کے بعد ڈیڑھ بجے (1:30) میرے گھر آجائیں ان شاء اللہ اسی وقت روانہ ہو جائیں گے۔ ابو عبد السلام کے ساتھ ٹھیک ڈیڑھ بجے ابوہشام کے گھر (خان شلیلا۔ الریاض) پہنچ گیا۔
سامان کی ترتیب جاری تھی۔ مغرب کے بعد عشاء سے تھوڑا پہلے ہم روانہ ہوئے۔ سفر کی مسنون دعائیں پڑھ کر سفر کا آغاز کیا۔ ہم کل پانچ ساتھی تھے۔

۱: زیر علی زئی ۲: ابوہشام منصور ۳: منصور کا آٹھ نو سال کا بیٹا ہشام ابو عبد الملک ۴: ابو عقیل محمد باعطیہ ۵: ابو مالک الیمنی

ابوہشام کی گہرے نیلے رنگ کی، فورسیٹر چھوٹی گاڑی میں ہم بیٹھے ہوئے تھے۔
اذکار مساء (شام کے اذکار) سے فارغ ہونے کے بعد طرح طرح کی گفتگو جاری رہی۔
راستے میں الخرج، الدلم، لیلیٰ اور وادی دواسر وغیرہ کے شہر آئے۔ سنا ہے کہ مسلمہ کذاب خفی اپنے قبیلے بنو حنیفہ کے ساتھ
الخرج کے علاقے میں قیام پذیر تھا جب سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی بھیجی ہوئی سپاہ صحابہ نے اسے قتل کر کے
واصل جہنم کیا تھا۔

الخرج علاقہ سرشہر و شاداب ہے۔ کھجوروں کے درخت اور لہلہاتا ہوا سبزہ، الربیع الخالی کے صحرا میں عجیب بہار پیش کرتا
ہے۔ وادی دواسر میں تقریباً رات کے بارہ بجے پہنچے اور ایک ہوٹل میں آرام کیا۔
دوسرے دن، صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اذکار صبح پڑھتے ہوئے، خمیس مشیط کی طرف روانہ ہوئے۔ پہاڑی علاقہ
شروع ہو گیا تھا۔

خمیس مشیط (ایک سعودی شہر) سے پہلے ایک جگہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑوں سے بے شمار چھوٹے بڑے بندر اور
ان کے بچے سڑک کے پاس آئے ہوئے ہیں۔ ہم نے گاڑی روک دی لیکن سارے شیشے بند ہی رکھے تاکہ یہ وحشی
جانور حملہ نہ کر دیں۔ بچہ ہشام بڑا ہی خوش ہو رہا تھا۔ ہمارے پاس جو بسکٹ وغیرہ تھے، گاڑی کے شیشوں میں سے بند
روں کے طرف پھینک دیے۔ مگر یہ خیال رکھا کہ کہیں شیشہ زیادہ نہ کھل جائے۔
بندر پھینکی ہوئی چیزوں کو اچک اچک کر پکڑتے اور انتہائی تیزی سے کھاتے۔ معلوم یہ ہوتا تھا کہ بھوک کے ستائے ہوئے
ہیں۔

کچھ بندر ہماری گاڑی پر چڑھے ہوئے تھے۔ سڑک پر کچھ دوسری گاڑیاں بھی رکی ہوئی تھیں۔
تھوڑی دیر اس منظر سے لطف اندوز ہونے کے بعد ہم خمیس مشیط کی طرف روانہ ہو گئے۔

مدثر سے ملاقات

میرے ایک شاگرد مدثر (جھامرہ، غازی ضلع ہزارہ، صوبہ سرحد والے) خمیس مشیط میں اپنے ایک رشتہ دار محمد قاسم کے
ساتھ رہتے ہیں۔ دونوں سلفی العقیدہ اہل حدیث ہیں۔ مدثر کو اہل حدیث ہونے کے بعد اپنے گاؤں جھامرہ میں شدید
مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا مگر وہ ثابت قدم رہے۔

میں نے خمیس مشیط کے قریب سے مدثر کو فون کر دیا کہ ہم آ رہے ہیں۔ مدثر بھائی بہت خوش ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ ہم
جب خمیس مشیط پہنچے تو جمعہ ہو چکا تھا۔ مدثر نے ایک مسجد کے پاس ہمارا استقبال کیا اور ہمیں اپنے ڈیرے لے گئے وہاں
قاسم سے ملاقات ہوئی۔

ہم چونکہ مسافر تھے لہذا سفری رخصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ظہر و عصر کی نمازیں جمع تقدیم کر کے اس ڈیرے میں

پڑھیں۔ وہاں ایک سواتی ساجد سے ملاقات ہوئی۔
ساجد صاحب تقریباً دس سال سے سعودیہ میں مقیم ہیں اور بہترین عوامی عربی زبان بولتے ہیں۔
نماز کے بعد دوپہر کا کھانا تیار تھا۔ مدرثر اور قاسم نے مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا تھا۔
کھانے سے فارغ ہو کر بھائیوں سے اجازت لی اور خمیس مشیط سے جیزان کی طرف روانہ ہوئے۔ سارا علاقہ پہاڑی
تھا۔ چھوٹی چھوٹی بے آب و گیاہ پہاڑیوں کا لائقنا ہی سلسلہ تھا۔ ابہا کے شہر سے گزرے۔ مغرب کے بعد جیزان کے شہر
ابوالعریش پہنچے وہاں ابوہشام کے ایک دوست حسن عبدہ کے گھر میں قیام کیا۔

الشیخ احمد المطری الیمنی سے ملاقات

حسن عبدہ کے گھر میں یمنی شیخ احمد بن عبد اللہ بن علی المطری سے ملاقات ہوئی شیخ صاحب ہمارے منتظر تھے انتہائی دلیر،
حاضر جواب اور بذلہ سخ ہیں۔ شیخ مقبل بن ہادی الوادعی الیمنی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں بہترین صدوق، سنی عالم اور
داعی ہیں۔ تقلید کی کسی قسم کو جائز نہیں سمجھتے۔ شیخ مقبل رحمہ اللہ، عصر حاضر میں یمن کے اہل حدیث علماء کے امام تھے۔
بہت سی مفید کتابوں کے مصنف اور بہت کامیاب مدرس تھے۔ ان کے مدرسے میں ہزاروں طالب علم پڑھتے تھے۔
شیخ مقبل رحمہ اللہ بھی تقلید کے سخت مخالف تھے اور فرماتے تھے:
”التقلید حرام“ تقلید حرام ہے۔ (تحفۃ الجیب علی اسئلۃ الحاضر والغریب ص ۲۰۵) نیز دیکھئے میری کتاب ”بدعی
کے پیچھے نماز کا حکم“ ص ۲۳
حسن عبدہ کے گھر میں شیخ مطری نے ایک معمر شخص سے پوچھا:
مصیبت میں ”یا رسول اللہ“ کہنا بہتر ہے یا ”یا علی“ کہنا؟
وہ شخص بے ساختہ بولا: ”یا رسول اللہ“ کہنا تو شیخ نے اسے سمجھایا کہ مصیبت میں ”یا رسول اللہ“ کہنا اور ”یا علی“ دونوں
طرح ناجائز اور شرک ہے۔ صرف ”یا اللہ“ کہہ کر اللہ ہی سے مدد مانگنی چاہئے۔

الشیخ ناصر الکحل سے ملاقات

عشاء کی نماز کے بعد شیخ المطری کے ساتھ ہم شیخ ناصر الکحل کے پاس، ملاقات کے لیے گئے۔ وہاں سوال و جواب کے
دوران فرض نماز کے بعد باواز بلند تکبیر (اللہ اکبر) کہنے کا ذکر ہوا تو شیخ ناصر الکحل نے کہا کہ:
”اس سلسلے میں مروی حدیث ضعیف ہے“
میں نے کہا: ”شیخ صاحب! یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے۔ اسے عمرو بن دینار نے ابو معبد نافذ سے، انہوں نے
سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے“ شیخ احمد المطری نے بھی میرے تائید کی اور بتایا کہ ”یہ حدیث

صحیح ہے اور یمن کے اہل حدیث اس پر عمل کرتے ہیں“
حدیث کا متن درج ذیل ہے:

”عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: كنت أعرّف انقضاء صلاة النبي ﷺ بالتكبير“
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کی نماز کا اختتام (لوگوں کی) تکبیر سے معلوم کر لیتا تھا۔
(صحیح البخاری: ۷۴۲)

صحیح مسلم میں درج ذیل الفاظ ہیں:

”ما كنا نعرف انقضاء صلاة رسول الله ﷺ إلا بالتكبير“
یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمیں نبی ﷺ کی نماز کا اختتام صرف تکبیر کے ذریعے ہی معلوم ہوتا تھا۔
(صحیح مسلم: ۵۸۳/۱۲۱)

شیخ ناصر الکحل حفظہ اللہ نے فوراً اپنی بات سے رجوع کیا اور کہا:
”یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی دلیل ہے کہ فرض نماز کے بعد اللہ اکبر کہنا سنت ہے“
منصور باعظیہ نے تاویل کی کوشش کی مگر شیخ نے کہا کہ:
”تکبیر کا مطلب تکبیر یعنی اللہ اکبر ہی ہے، اس کا مطلب سبحان اللہ، استغفر اللہ وغیرہ والے اذکار نہیں ہیں۔ لہذا صحیح یہی
ہے کہ نماز کے فوراً بعد تکبیر جہراً کہی جائے اور بعد میں اذکار مسنونہ پڑھے جائیں“
یہ سن کر مجھے سخت حیرانی اور خوشی ہوئی کہ یہ شیخ فوراً حق کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اہل حدیث کا یہی عقیدہ
و مسلک اور عمل ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد چوں و چرا نہیں کرتے بلکہ فوراً الیک کہہ کر حق تسلیم کر لیتے ہیں۔
یہاں بطور تنبیہ عرض ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ اس حدیث پر سعودیہ میں عمل نہیں ہوتا۔
سعودی علماء نے اسے اپنی تاویلات باطنیہ کا نشانہ بنا کر عملاً رد کر دیا ہے۔
ایک سعودی شیخ عبداللہ المعتاز سے اس سلسلے میں، ریاض سعودی عرب میں میری بات ہوئی تھی۔ یہ شیخ لا جواب ہونے
کے باوجود اپنی ضد اور حدیث کی مخالفت پر ڈٹا رہا، اس مجلس کا ایک نوجوان بول اٹھا تھا کہ:
”انا مع الشيخ الزبير“ میں اس مسئلے میں شیخ زبیر کے ساتھ ہوں۔ (باقی اگلے شمارے میں ملاحظہ کیجئے)

ترجمہ: حافظ زبیر علی زئی

الشیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ

اللہ عرش پر ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قنوت وتر میں درج ذیل دعا با سند صحیح ثابت ہے:

”اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَفَقِّنِي شَرًّا مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، إِنَّهُ لَا يَدُلُّ مَنْ وَاَلَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ“

اے میرے اللہ! مجھے ان لوگوں میں (شامل کر کے) ہدایت دے جنہیں تو نے ہدایت دی، اور مجھے ان لوگوں میں عافیت عطا کر جنہیں تو نے عافیت میں رکھا، اور جن لوگوں سے تو نے دوستی کی مجھے ان میں اپنا دوست بنا، تو نے مجھے جو دیا ہے اس میں برکت دے، اور تو نے تقدیر میں جو شر (ونقصان) لکھ رکھا ہے مجھے اس سے بچالے، بے شک تو فیصلہ کرتا ہے اور تیرے اوپر کسی کا فیصلہ نہیں چلتا، جسے تو ذلیل کرے اسے عزت دینے والا کوئی نہیں، اے ہمارے رب تو برکتوں والا اور بلندی (علو) والا ہے۔ (۱)

(احمد ۱۹۹/۱۸۱۸ وسندہ صحیح، والموسوعة الحدیثية ۳/۲۴۵، وصحیح ابن خزیمہ: ۱۰۹۵ وابن الجارود: ۲۷۳، ورواہ ابوداؤد: ۴۲۵ من طریق آخر وحسنہ الترمذی: ۴۶۴)

”و تعالیٰ“ (اور تو بلندی/علو والا ہے) کی تشریح کرتے ہوئے سعودی عرب کے جلیل القدر فقیہ شیخ محمد بن صالح بن عثیمین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ”و تعالیٰ“ سے مراد تعالیٰ (بہت بلند ہونا) اور علو ہے۔

بلند ہونے میں مبالغہ ثابت کرنے کے لیے ”ت“ کا اضافہ کیا گیا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا بلند ہونا دو قسموں پر منقسم ہے: ۱: علو ذات ۲: علو صفت

علو ذات کا معنی یہ ہے کہ اللہ بذات خود ہر چیز سے بلند ہے اور علو صفت کا معنی یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ بلندی والی

(۱) تنبیہ: اس حدیث کا ایک راوی یونس بن ابی اسحاق تدلیس سے بری ہے دیکھئے میری کتاب ”الفتح للمبین فی تحقیق طبقات المدلسین“ (۲/۶۶) والحمد للہ

تمام صفات کے ساتھ موصوف ہے۔ پہلی قسم (علو ذات) کا چہمی حلیوں اور ان کے پیروکاروں نے انکار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: بے شک اللہ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ اور ہر مکان میں ہے۔ (۱)

صفات باری تعالیٰ کا انکار کرنے والے غالی قسم کے فرقے معطلہ نے بھی یہ کہتے ہوئے اس کا انکار کر دیا ہے کہ ”بے شک اللہ تعالیٰ نہ تو جہان کے اوپر ہے اور نہ نیچے ہے، نہ دائیں ہے اور نہ بائیں ہے۔ نہ آگے ہے اور نہ پیچھے ہے، نہ متصل ہے اور نہ منفصل (جدا) ہے“

ماتریدوں کے نزدیک اللہ نہ تو عالم (جہان) میں ہے اور نہ اس سے خارج ہے۔ نہ اس سے متصل ہے اور نہ منفصل ہے، دیکھئے کتاب التوحید للماتریدی ص ۷۰ والماتریدیہ للشیخ السلفی المجاہد شمس الدین الآفغانی رحمہ اللہ ج ۱ ص ۵۱۳

یعنی (ان لوگوں کے نزدیک) وہ معدوم محض (جس کی کوئی ذات نہ ہو) ہے۔ اس لیے (سلطان) محمود بن سبکتگین رحمہ اللہ نے اس شخص پر انکار کرتے ہوئے کہا تھا، جو کہ اللہ کو ان الفاظ کے ساتھ موصوف سمجھتا تھا۔ ”یہ تو معدوم کی صفت ہے“ انہوں نے سچ فرمایا کہ یہ معدوم کی صفت ہی ہے۔

اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ: اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر چیز سے بلند ہے۔ وہ اس عقیدے پر پانچ دلیلیں رکھتے ہیں: ۱: قرآن ۲: سنت ۳: اجماع ۴: عقل ۵: فطرت

اللہ کے بلند ہونے کے اثبات میں قرآن میں ہر قسم کی دلیلیں موجود ہیں۔ بعض آیات میں ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اپنے رب کے نام کی تسبیح بیان کر جو اعلیٰ ہے۔ (اعلیٰ: ۱) علو کا لفظ موجود ہے۔ اور بعض آیات میں ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ اور وہ زبردست ہے، اپنے بندوں کے اوپر ہے۔ (سورۃ الانعام: ۱۸) فوقیت (بلندی) کا لفظ موجود ہے۔ اور بعض آیات میں اللہ کی طرف اشیاء کا چڑھنا اور بلند ہونا مذکور ہے مثلاً ﴿تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ﴾ فرشتے اور روح اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔ (سورۃ المعارج: ۴) اور اسی طرح اللہ کا فرمان ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكُلُّمُ الطَّيِّبُ﴾ اور پاک کلمے اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں (سورۃ فاطر: ۱۰) اس کی دلیل ہے۔ بعض آیات میں اللہ کے پاس سے اشیاء کا نزول مذکور ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿يُنْزِلُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ﴾ اور وہ امور کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے (سورۃ السجدہ: ۵)

سنت (احادیث) میں حدیث کی تینوں قسموں: قول، فعل اور تقریر میں یہ عقیدہ آیا ہے۔

(۱) مفتی محمود حسن گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں: ”خدا ہر جگہ موجود ہے“ (ملفوظات فقہ الامت ج ۲ ص ۱۲)

اپنے اس باطل عقیدے پر مفتی مذکور نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے کہ: ”ابن جوزی سے کسی نے پوچھا کہ خدا کہاں ہے تو فرمایا کہ ہر جگہ موجود ہے“ (ایضاً ص ۱۲)

اس کذب و افتراء کے سراسر برعکس حافظ ابن الجوزی نے جہم کے فرقہ ملزمہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

”والملتزمة جعلوا الباري سبحانه وتعالى في كل مكان“ اور ملتزمہ نے باری سبحانہ و تعالیٰ کو ہر جگہ (موجود) قرار دیا ہے۔

(تلبیس إبلیس ص ۲۰، أقسام أهل البدع)

قول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدوں میں ”سبحان ربی الاعلیٰ“ پاک ہے میرا رب اعلیٰ، پڑھتے تھے۔
فعل: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے دن خطبہ دیا تو (صحابہ سے) پوچھا: سن لو! کیا میں نے دین پہنچا دیا ہے؟ صحابہ نے گواہی دی: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہ، آپ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور اوپر سے نیچے لاتے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔ (صحیح مسلم: ۱۴۷/۱۲۱۸) یہ فعل کے ساتھ اللہ کے علو (بلند ہونے) کا اثبات ہے۔

(سوال: اللہ کہاں ہے؟)

تقریر: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لونڈی سے پوچھا کہ: اللہ کہاں ہے؟ اس لونڈی نے کہا: آسمان پر ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی کی تعریف کی (صحیح مسلم: ۵۳۷/۳۳) یہ تقریری حدیث ہے۔ اجماع کے سلسلے میں عرض ہے کہ تمام سلف صالحین، صحابہ، تابعین اور ائمہ دین کا اس پر اجماع ہے۔ اجماع کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک سے بھی علو والے دلائل میں ظاہر سے مجاز کی طرف کلام پھیرنا مروی اور ثابت ہی نہیں ہے۔ ہماری کتاب یعنی الشرح لممتع میں یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اجماع کے معلوم کرنے کا یہ طریقہ بہترین طریقہ ہے۔ اگر کوئی پوچھنے والا آپ سے پوچھے کہ:

یہ کون کہتا ہے کہ انہوں نے اجماع کیا ہے؟ کون کہتا ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اللہ کو بڑا بلند سمجھتے تھے؟ اور کون کہتا ہے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) نے یہ عقیدہ بیان کیا ہے؟ اور کون کہتا ہے کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) نے یہ بات کہی ہے؟ اور کون کہتا ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) یہ عقیدہ رکھتے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان (صحابہ و تابعین) سے علو والے دلائل کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ ان آیات و احادیث کا اثبات کرتے ہوئے انہیں ظاہر پر محمول کرتے تھے۔

عقل کے سلسلے میں عرض ہے کہ بلند (عالی) ہونا صفت کمال ہے اور اس کی ضد (بلند نہ ہونا) صفت نقص ہے اور اللہ تعالیٰ صفت نقص سے مبرا (وبری) ہے۔ اور سلطنت کا تمام علو ہوتا ہے۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ بادشاہوں کے لیے بلند تخت بچائے جاتے ہیں جن پر وہ بیٹھتے ہیں۔

فطرت کے سلسلے میں جتنا بیان کریں اتنا کم ہے۔ ایک بوڑھی عورت جو نہ تو پوری قرأت کے ساتھ قرآن جانتی ہے اور نہ اسے سنت کا (بخوبی) علم ہے، نہ اس نے سلف کی کتابیں مثلاً ”فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ“ پڑھا ہے، تاہم وہ جانتی ہے کہ اللہ آسمان پر ہے۔

تمام مسلمان جب اللہ سے دعا کرتے ہیں تو اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ کوئی مسلمان بھی زمین کی طرف ہاتھ اٹھا کر کبھی ”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ“ (اے اللہ میرے گناہ معاف کر دے) کبھی نہیں کہتا۔ اس لئے حمد انی نے

ابوالمعالی الجوبینی پر انسانی فطرت سے دلیل پیش کی تھی۔ ابوالمعالی الجوبینی کا قول تھا کہ ”اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ دوسری کوئی چیز نہیں تھی اور وہ اللہ اب اسی پر ہے جس پر وہ تھا“ وہ اس طریقے سے عرش پر اللہ کے مستوی ہونے کا انکار کرتا تھا۔ تو ابو جعفر احمد انی رحمہ اللہ نے اس سے کہا: اے شیخ! عرش کے ذکر کو چھوڑو کیونکہ اللہ کا عرش پر مستوی ہونا سمعی دلیل (یعنی قرآن وحدیث) سے ثابت ہے۔ اگر اللہ ہمیں اس کی خبر نہ دیتا تو ہم کبھی اس کا اثبات نہ کرتے۔ اس فطرت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جو عارف (سمجھدار، اللہ کو پہچاننے والا) جب ”یا اللہ“ کہتا ہے تو اس کے دل میں اللہ کی بلندی کا خیال ہی آتا ہے؟ ابوالمعالی اپنے ہاتھ سے اپنا سر پیٹتے ہوئے کہنے لگا: ”اس نے مجھے حیران کر دیا، اس نے مجھے حیران کر دیا“ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۱۸/۴۷۷) اس فطری دلیل پر وہ (امام الحرمین) کوئی جواب نہ دے سکا۔

(چیونٹی کی فطرت)

حتیٰ کہ حیوانات بھی اسی فطرت پر ہیں، جیسا کہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصے میں مروی ہے کہ جب وہ بارش مانگنے (استقاء) کے لیے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی کمر کے بل لیٹی اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے کہہ رہی ہے:

”اے اللہ ہم بھی تیری مخلوقات میں سے ہیں۔ ہم تیرے رزق سے بے نیاز نہیں ہو سکتے“ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”لوگو! واپس جاؤ، تمہارے علاوہ دوسرے یعنی (چیونٹی) کی دعا قبول ہو گئی ہے۔ (سنن الدارقطنی ۶/۲۶۲)

والحاکم فی المستدرک ۳۲۵/۳۲۶ صحیحہ ووافیۃ الذہبی) اس کی سند حسن ہے/متروجم، وأخطأ من ضعفه

اس چیونٹی کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمادی۔ اس چیونٹی کو کس نے بتایا تھا کہ اللہ آسمان پر ہے؟ وہ اسی فطرت پر تھی جس پر اللہ نے اپنی مخلوقات پیدا کی ہیں، اسی فطرت نے اسے بتایا کہ اللہ آسمان پر ہے۔

تعب ہے کہ ان واضح دلائل کے باوجود بصیرت کے اندھے بعض لوگ اللہ کے علو (بلند ہونے) کا انکار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ: ”ذات کے ساتھ اللہ کا بلند ہونا ممکن نہیں، اگر کوئی انسان یہ کہے کہ ”بے شک اللہ اپنی ذات کے ساتھ ہر چیز سے بلند ہے“ تو وہ اسے کافر کہتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اس نے اللہ کی حد بیان کر دی ہے۔

جو شخص اللہ کو (اپنی ذات کے لحاظ سے) اوپر مانتا ہے کیا وہ اللہ کے محدود ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے؟ کبھی نہیں، اللہ اوپر ہے، کسی نے اس کا احاطہ نہیں کیا۔ اللہ کو محدود کہنے والا وہ شخص ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ”اللہ ہر مکان میں ہے۔ اگر تو مسجد میں ہے تو اللہ مسجد میں ہے اور اگر تو بازار میں ہے تو اللہ بازار میں ہے“ واضح۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ: ”اللہ آسمان پر ہے، مخلوقات میں سے کوئی چیز اس کا احاطہ نہیں کر سکتی“ یہ اعلیٰ درجے کی تنزیہ (اللہ کو ہر عیب سے پاک سمجھنا) ہے۔

علوصفت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ﴾ اور اعلیٰ مثال اللہ ہی کے لیے ہے۔ (سورۃ النحل: ۶۰)

یعنی کامل ترین صفت اللہ ہی کے لیے ہے۔ اور یہ سماوی دلیل ہے۔ رہی عقل کی بات تو اس کا قطعی فیصلہ کرتی ہے کہ رب تعالیٰ کی کامل و مکمل صفات ہونی چاہئیں۔ (الشرح الممتع علی زاد المستقنع، طبع دار ابن الجوزی ۱۴۲۳ھ ج ۳ ص ۳۳۲ تا ۳۶۱)

ابوالعباس حافظ شیر محمد

سنت سے محبت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾

کہہ دو، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

(آل عمران: ۳۱)

اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضروری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا صرف ایک ہی طریقہ ہے، وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر عمل کیا جائے۔

صحیح احادیث پر عمل کرنے سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اللہ کی اطاعت ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی (النساء: ۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”من أطاعني دخل الجنة“

جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا (صحیح البخاری: ۷۲۸۰)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ:

”فمن أطاع محمداً صلى الله عليه وسلم فقد أطاع الله ومن عصى محمداً صلى الله عليه وسلم

فقد عصى الله“

پس جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

نافرمانی کی تو یقیناً اس نے اللہ کی نافرمانی کی (بخاری: ۷۲۸۱)

سیدنا مقام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ألا إني أوتيت الكتاب و مثله معه“ سن لو، بے شک مجھے (قرآن کی) کتاب دی گئی ہے اور (حجت ہونے

میں) اس کے ساتھ اس جیسی دی گئی ہے۔

”(احمد بن مسند ۴/۱۳۱ ح ۳۰۶، ۷۳۰۶، ۷۳۰۷، ۷۳۰۸، ۷۳۰۹، ۷۳۱۰، ۷۳۱۱، ۷۳۱۲، ۷۳۱۳، ۷۳۱۴، ۷۳۱۵، ۷۳۱۶، ۷۳۱۷، ۷۳۱۸، ۷۳۱۹، ۷۳۲۰، ۷۳۲۱، ۷۳۲۲، ۷۳۲۳، ۷۳۲۴، ۷۳۲۵، ۷۳۲۶، ۷۳۲۷، ۷۳۲۸، ۷۳۲۹، ۷۳۳۰، ۷۳۳۱، ۷۳۳۲، ۷۳۳۳، ۷۳۳۴، ۷۳۳۵، ۷۳۳۶، ۷۳۳۷، ۷۳۳۸، ۷۳۳۹، ۷۳۴۰، ۷۳۴۱، ۷۳۴۲، ۷۳۴۳، ۷۳۴۴، ۷۳۴۵، ۷۳۴۶، ۷۳۴۷، ۷۳۴۸، ۷۳۴۹، ۷۳۵۰، ۷۳۵۱، ۷۳۵۲، ۷۳۵۳، ۷۳۵۴، ۷۳۵۵، ۷۳۵۶، ۷۳۵۷، ۷۳۵۸، ۷۳۵۹، ۷۳۶۰، ۷۳۶۱، ۷۳۶۲، ۷۳۶۳، ۷۳۶۴، ۷۳۶۵، ۷۳۶۶، ۷۳۶۷، ۷۳۶۸، ۷۳۶۹، ۷۳۷۰، ۷۳۷۱، ۷۳۷۲، ۷۳۷۳، ۷۳۷۴، ۷۳۷۵، ۷۳۷۶، ۷۳۷۷، ۷۳۷۸، ۷۳۷۹، ۷۳۸۰، ۷۳۸۱، ۷۳۸۲، ۷۳۸۳، ۷۳۸۴، ۷۳۸۵، ۷۳۸۶، ۷۳۸۷، ۷۳۸۸، ۷۳۸۹، ۷۳۹۰، ۷۳۹۱، ۷۳۹۲، ۷۳۹۳، ۷۳۹۴، ۷۳۹۵، ۷۳۹۶، ۷۳۹۷، ۷۳۹۸، ۷۳۹۹، ۷۴۰۰، ۷۴۰۱، ۷۴۰۲، ۷۴۰۳، ۷۴۰۴، ۷۴۰۵، ۷۴۰۶، ۷۴۰۷، ۷۴۰۸، ۷۴۰۹، ۷۴۱۰، ۷۴۱۱، ۷۴۱۲، ۷۴۱۳، ۷۴۱۴، ۷۴۱۵، ۷۴۱۶، ۷۴۱۷، ۷۴۱۸، ۷۴۱۹، ۷۴۲۰، ۷۴۲۱، ۷۴۲۲، ۷۴۲۳، ۷۴۲۴، ۷۴۲۵، ۷۴۲۶، ۷۴۲۷، ۷۴۲۸، ۷۴۲۹، ۷۴۳۰، ۷۴۳۱، ۷۴۳۲، ۷۴۳۳، ۷۴۳۴، ۷۴۳۵، ۷۴۳۶، ۷۴۳۷، ۷۴۳۸، ۷۴۳۹، ۷۴۴۰، ۷۴۴۱، ۷۴۴۲، ۷۴۴۳، ۷۴۴۴، ۷۴۴۵، ۷۴۴۶، ۷۴۴۷، ۷۴۴۸، ۷۴۴۹، ۷۴۵۰، ۷۴۵۱، ۷۴۵۲، ۷۴۵۳، ۷۴۵۴، ۷۴۵۵، ۷۴۵۶، ۷۴۵۷، ۷۴۵۸، ۷۴۵۹، ۷۴۶۰، ۷۴۶۱، ۷۴۶۲، ۷۴۶۳، ۷۴۶۴، ۷۴۶۵، ۷۴۶۶، ۷۴۶۷، ۷۴۶۸، ۷۴۶۹، ۷۴۷۰، ۷۴۷۱، ۷۴۷۲، ۷۴۷۳، ۷۴۷۴، ۷۴۷۵، ۷۴۷۶، ۷۴۷۷، ۷۴۷۸، ۷۴۷۹، ۷۴۸۰، ۷۴۸۱، ۷۴۸۲، ۷۴۸۳، ۷۴۸۴، ۷۴۸۵، ۷۴۸۶، ۷۴۸۷، ۷۴۸۸، ۷۴۸۹، ۷۴۹۰، ۷۴۹۱، ۷۴۹۲، ۷۴۹۳، ۷۴۹۴، ۷۴۹۵، ۷۴۹۶، ۷۴۹۷، ۷۴۹۸، ۷۴۹۹، ۷۵۰۰، ۷۵۰۱، ۷۵۰۲، ۷۵۰۳، ۷۵۰۴، ۷۵۰۵، ۷۵۰۶، ۷۵۰۷، ۷۵۰۸، ۷۵۰۹، ۷۵۱۰، ۷۵۱۱، ۷۵۱۲، ۷۵۱۳، ۷۵۱۴، ۷۵۱۵، ۷۵۱۶، ۷۵۱۷، ۷۵۱۸، ۷۵۱۹، ۷۵۲۰، ۷۵۲۱، ۷۵۲۲، ۷۵۲۳، ۷۵۲۴، ۷۵۲۵، ۷۵۲۶، ۷۵۲۷، ۷۵۲۸، ۷۵۲۹، ۷۵۳۰، ۷۵۳۱، ۷۵۳۲، ۷۵۳۳، ۷۵۳۴، ۷۵۳۵، ۷۵۳۶، ۷۵۳۷، ۷۵۳۸، ۷۵۳۹، ۷۵۴۰، ۷۵۴۱، ۷۵۴۲، ۷۵۴۳، ۷۵۴۴، ۷۵۴۵، ۷۵۴۶، ۷۵۴۷، ۷۵۴۸، ۷۵۴۹، ۷۵۵۰، ۷۵۵۱، ۷۵۵۲، ۷۵۵۳، ۷۵۵۴، ۷۵۵۵، ۷۵۵۶، ۷۵۵۷، ۷۵۵۸، ۷۵۵۹، ۷۵۶۰، ۷۵۶۱، ۷۵۶۲، ۷۵۶۳، ۷۵۶۴، ۷۵۶۵، ۷۵۶۶، ۷۵۶۷، ۷۵۶۸، ۷۵۶۹، ۷۵۷۰، ۷۵۷۱، ۷۵۷۲، ۷۵۷۳، ۷۵۷۴، ۷۵۷۵، ۷۵۷۶، ۷۵۷۷، ۷۵۷۸، ۷۵۷۹، ۷۵۸۰، ۷۵۸۱، ۷۵۸۲، ۷۵۸۳، ۷۵۸۴، ۷۵۸۵، ۷۵۸۶، ۷۵۸۷، ۷۵۸۸، ۷۵۸۹، ۷۵۹۰، ۷۵۹۱، ۷۵۹۲، ۷۵۹۳، ۷۵۹۴، ۷۵۹۵، ۷۵۹۶، ۷۵۹۷، ۷۵۹۸، ۷۵۹۹، ۷۶۰۰، ۷۶۰۱، ۷۶۰۲، ۷۶۰۳، ۷۶۰۴، ۷۶۰۵، ۷۶۰۶، ۷۶۰۷، ۷۶۰۸، ۷۶۰۹، ۷۶۱۰، ۷۶۱۱، ۷۶۱۲، ۷۶۱۳، ۷۶۱۴، ۷۶۱۵، ۷۶۱۶، ۷۶۱۷، ۷۶۱۸، ۷۶۱۹، ۷۶۲۰، ۷۶۲۱، ۷۶۲۲، ۷۶۲۳، ۷۶۲۴، ۷۶۲۵، ۷۶۲۶، ۷۶۲۷، ۷۶۲۸، ۷۶۲۹، ۷۶۳۰، ۷۶۳۱، ۷۶۳۲، ۷۶۳۳، ۷۶۳۴، ۷۶۳۵، ۷۶۳۶، ۷۶۳۷، ۷۶۳۸، ۷۶۳۹، ۷۶۴۰، ۷۶۴۱، ۷۶۴۲، ۷۶۴۳، ۷۶۴۴، ۷۶۴۵، ۷۶۴۶، ۷۶۴۷، ۷۶۴۸، ۷۶۴۹، ۷۶۵۰، ۷۶۵۱، ۷۶۵۲، ۷۶۵۳، ۷۶۵۴، ۷۶۵۵، ۷۶۵۶، ۷۶۵۷، ۷۶۵۸، ۷۶۵۹، ۷۶۶۰، ۷۶۶۱، ۷۶۶۲، ۷۶۶۳، ۷۶۶۴، ۷۶۶۵، ۷۶۶۶، ۷۶۶۷، ۷۶۶۸، ۷۶۶۹، ۷۶۷۰، ۷۶۷۱، ۷۶۷۲، ۷۶۷۳، ۷۶۷۴، ۷۶۷۵، ۷۶۷۶، ۷۶۷۷، ۷۶۷۸، ۷۶۷۹، ۷۶۸۰، ۷۶۸۱، ۷۶۸۲، ۷۶۸۳، ۷۶۸۴، ۷۶۸۵، ۷۶۸۶، ۷۶۸۷، ۷۶۸۸، ۷۶۸۹، ۷۶۹۰، ۷۶۹۱، ۷۶۹۲، ۷۶۹۳، ۷۶۹۴، ۷۶۹۵، ۷۶۹۶، ۷۶۹۷، ۷۶۹۸، ۷۶۹۹، ۷۷۰۰، ۷۷۰۱، ۷۷۰۲، ۷۷۰۳، ۷۷۰۴، ۷۷۰۵، ۷۷۰۶، ۷۷۰۷، ۷۷۰۸، ۷۷۰۹، ۷۷۱۰، ۷۷۱۱، ۷۷۱۲، ۷۷۱۳، ۷۷۱۴، ۷۷۱۵، ۷۷۱۶، ۷۷۱۷، ۷۷۱۸، ۷۷۱۹، ۷۷۲۰، ۷۷۲۱، ۷۷۲۲، ۷۷۲۳، ۷۷۲۴، ۷۷۲۵، ۷۷۲۶، ۷۷۲۷، ۷۷۲۸، ۷۷۲۹، ۷۷۳۰، ۷۷۳۱، ۷۷۳۲، ۷۷۳۳، ۷۷۳۴، ۷۷۳۵، ۷۷۳۶، ۷۷۳۷، ۷۷۳۸، ۷۷۳۹، ۷۷۴۰، ۷۷۴۱، ۷۷۴۲، ۷۷۴۳، ۷۷۴۴، ۷۷۴۵، ۷۷۴۶، ۷۷۴۷، ۷۷۴۸، ۷۷۴۹، ۷۷۵۰، ۷۷۵۱، ۷۷۵۲، ۷۷۵۳، ۷۷۵۴، ۷۷۵۵، ۷۷۵۶، ۷۷۵۷، ۷۷۵۸، ۷۷۵۹، ۷۷۶۰، ۷۷۶۱، ۷۷۶۲، ۷۷۶۳، ۷۷۶۴، ۷۷۶۵، ۷۷۶۶، ۷۷۶۷، ۷۷۶۸، ۷۷۶۹، ۷۷۷۰، ۷۷۷۱، ۷۷۷۲، ۷۷۷۳، ۷۷۷۴، ۷۷۷۵، ۷۷۷۶، ۷۷۷۷، ۷۷۷۸، ۷۷۷۹، ۷۷۸۰، ۷۷۸۱، ۷۷۸۲، ۷۷۸۳، ۷۷۸۴، ۷۷۸۵، ۷۷۸۶، ۷۷۸۷، ۷۷۸۸، ۷۷۸۹، ۷۷۹۰، ۷۷۹۱، ۷۷۹۲، ۷۷۹۳، ۷۷۹۴، ۷۷۹۵، ۷۷۹۶، ۷۷۹۷، ۷۷۹۸، ۷۷۹۹، ۷۸۰۰، ۷۸۰۱، ۷۸۰۲، ۷۸۰۳، ۷۸۰۴، ۷۸۰۵، ۷۸۰۶، ۷۸۰۷، ۷۸۰۸، ۷۸۰۹، ۷۸۱۰، ۷۸۱۱، ۷۸۱۲، ۷۸۱۳، ۷۸۱۴، ۷۸۱۵، ۷۸۱۶، ۷۸۱۷، ۷۸۱۸، ۷۸۱۹، ۷۸۲۰، ۷۸۲۱، ۷۸۲۲، ۷۸۲۳، ۷۸۲۴، ۷۸۲۵، ۷۸۲۶، ۷۸۲۷، ۷۸۲۸، ۷۸۲۹، ۷۸۳۰، ۷۸۳۱، ۷۸۳۲، ۷۸۳۳، ۷۸۳۴، ۷۸۳۵، ۷۸۳۶، ۷۸۳۷، ۷۸۳۸، ۷۸۳۹، ۷۸۴۰، ۷۸۴۱، ۷۸۴۲، ۷۸۴۳، ۷۸۴۴، ۷۸۴۵، ۷۸۴۶، ۷۸۴۷، ۷۸۴۸، ۷۸۴۹، ۷۸۵۰، ۷۸۵۱، ۷۸۵۲، ۷۸۵۳، ۷۸۵۴، ۷۸۵۵، ۷۸۵۶، ۷۸۵۷، ۷۸۵۸، ۷۸۵۹، ۷۸۶۰، ۷۸۶۱، ۷۸۶۲، ۷۸۶۳، ۷۸۶۴، ۷۸۶۵، ۷۸۶۶، ۷۸۶۷، ۷۸۶۸، ۷۸۶۹، ۷۸۷۰، ۷۸۷۱، ۷۸۷۲، ۷۸۷۳، ۷۸۷۴، ۷۸۷۵، ۷۸۷۶، ۷۸۷۷، ۷۸۷۸، ۷۸۷۹، ۷۸۸۰، ۷۸۸۱، ۷۸۸۲، ۷۸۸۳، ۷۸۸۴، ۷۸۸۵، ۷۸۸۶، ۷۸۸۷، ۷۸۸۸، ۷۸۸۹، ۷۸۹۰، ۷۸۹۱، ۷۸۹۲، ۷۸۹۳، ۷۸۹۴، ۷۸۹۵، ۷۸۹۶، ۷۸۹۷، ۷۸۹۸، ۷۸۹۹، ۷۹۰۰، ۷۹۰۱، ۷۹۰۲، ۷۹۰۳، ۷۹۰۴، ۷۹۰۵، ۷۹۰۶، ۷۹۰۷، ۷۹۰۸، ۷۹۰۹، ۷۹۱۰، ۷۹۱۱، ۷۹۱۲، ۷۹۱۳، ۷۹۱۴، ۷۹۱۵، ۷۹۱۶، ۷۹۱۷، ۷۹۱۸، ۷۹۱۹، ۷۹۲۰، ۷۹۲۱، ۷۹۲۲، ۷۹۲۳، ۷۹۲۴، ۷۹۲۵، ۷۹۲۶، ۷۹۲۷، ۷۹۲۸، ۷۹۲۹، ۷۹۳۰، ۷۹۳۱، ۷۹۳۲، ۷۹۳۳، ۷۹۳۴، ۷۹۳۵، ۷۹۳۶، ۷۹۳۷، ۷۹۳۸، ۷۹۳۹، ۷۹۴۰، ۷۹۴۱، ۷۹۴۲، ۷۹۴۳، ۷۹۴۴، ۷۹۴۵، ۷۹۴۶، ۷۹۴۷، ۷۹۴۸، ۷۹۴۹، ۷۹۵۰، ۷۹۵۱، ۷۹۵۲، ۷۹۵۳، ۷۹۵۴، ۷۹۵۵، ۷۹۵۶، ۷۹۵۷، ۷۹۵۸، ۷۹۵۹، ۷۹۶۰، ۷۹۶۱، ۷۹۶۲، ۷۹۶۳، ۷۹۶۴، ۷۹۶۵، ۷۹۶۶، ۷۹۶۷، ۷۹۶۸، ۷۹۶۹، ۷۹۷۰، ۷۹۷۱، ۷۹۷۲، ۷۹۷۳، ۷۹۷۴، ۷۹۷۵، ۷۹۷۶، ۷۹۷۷، ۷۹۷۸، ۷۹۷۹، ۷۹۸۰، ۷۹۸۱، ۷۹۸۲، ۷۹۸۳، ۷۹۸۴، ۷۹۸۵، ۷۹۸۶، ۷۹۸۷، ۷۹۸۸، ۷۹۸۹، ۷۹۹۰، ۷۹۹۱، ۷۹۹۲، ۷۹۹۳، ۷۹۹۴، ۷۹۹۵، ۷۹۹۶، ۷۹۹۷، ۷۹۹۸، ۷۹۹۹، ۸۰۰۰، ۸۰۰۱، ۸۰۰۲، ۸۰۰۳، ۸۰۰۴، ۸۰۰۵، ۸۰۰۶، ۸۰۰۷، ۸۰۰۸، ۸۰۰۹، ۸۰۱۰، ۸۰۱۱، ۸۰۱۲، ۸۰۱۳، ۸۰۱۴، ۸۰۱۵، ۸۰۱۶، ۸۰۱۷، ۸۰۱۸، ۸۰۱۹، ۸۰۲۰، ۸۰۲۱، ۸۰۲۲، ۸۰۲۳، ۸۰۲۴، ۸۰۲۵، ۸۰۲۶، ۸۰۲۷، ۸۰۲۸، ۸۰۲۹، ۸۰۳۰، ۸۰۳۱، ۸۰۳۲، ۸۰۳۳، ۸۰۳۴، ۸۰۳۵، ۸۰۳۶، ۸۰۳۷، ۸۰۳۸، ۸۰۳۹، ۸۰۴۰، ۸۰۴۱، ۸۰۴۲، ۸۰۴۳، ۸۰۴۴، ۸۰۴۵، ۸۰۴۶، ۸۰۴۷، ۸۰۴۸، ۸۰۴۹، ۸۰۵۰، ۸۰۵۱، ۸۰۵۲، ۸۰۵۳، ۸۰۵۴، ۸۰۵۵، ۸۰۵۶، ۸۰۵۷، ۸۰۵۸، ۸۰۵۹، ۸۰۶۰، ۸۰۶۱، ۸۰۶۲، ۸۰۶۳، ۸۰۶۴، ۸۰۶۵، ۸۰۶۶، ۸۰۶۷، ۸۰۶۸، ۸۰۶۹، ۸۰۷۰، ۸۰۷۱، ۸۰۷۲، ۸۰۷۳، ۸۰۷۴، ۸۰۷۵، ۸۰۷۶، ۸۰۷۷، ۸۰۷۸، ۸۰۷۹، ۸۰۸۰، ۸۰۸۱، ۸۰۸۲، ۸۰۸۳، ۸۰۸۴، ۸۰۸۵، ۸۰۸۶، ۸۰۸۷، ۸۰۸۸، ۸۰۸۹، ۸۰۹۰، ۸۰۹۱، ۸۰۹۲، ۸۰۹۳، ۸۰۹۴، ۸۰۹۵، ۸۰۹۶، ۸۰۹۷، ۸۰۹۸، ۸۰۹۹، ۸۱۰۰، ۸۱۰۱، ۸۱۰۲، ۸۱۰۳، ۸۱۰۴، ۸۱۰۵، ۸۱۰۶، ۸۱۰۷، ۸۱۰۸، ۸۱۰۹، ۸۱۱۰، ۸۱۱۱، ۸۱۱۲، ۸۱۱۳، ۸۱۱۴، ۸۱۱۵، ۸۱۱۶، ۸۱۱۷، ۸۱۱۸، ۸۱۱۹، ۸۱۲۰، ۸۱۲۱، ۸۱۲۲، ۸۱۲۳، ۸۱۲۴، ۸۱۲۵، ۸۱۲۶، ۸۱۲۷، ۸۱۲۸، ۸۱۲۹، ۸۱۳۰، ۸۱۳۱، ۸۱۳۲، ۸۱۳۳، ۸۱۳۴، ۸۱۳۵، ۸۱۳۶، ۸۱۳۷، ۸۱۳۸، ۸۱۳۹، ۸۱۴۰، ۸۱۴۱، ۸۱۴۲، ۸۱۴۳، ۸۱۴۴، ۸۱۴۵، ۸۱۴۶، ۸۱۴۷، ۸۱۴۸، ۸۱۴۹، ۸۱۵۰، ۸۱۵۱، ۸۱۵۲، ۸۱۵۳، ۸۱۵۴، ۸۱۵۵، ۸۱۵۶، ۸۱۵۷، ۸۱۵۸، ۸۱۵۹، ۸۱۶۰، ۸۱۶۱، ۸۱۶۲، ۸۱۶۳، ۸۱۶۴، ۸۱۶۵، ۸۱۶۶، ۸۱۶۷، ۸۱۶۸، ۸۱۶۹، ۸۱۷۰، ۸۱۷۱، ۸۱۷۲، ۸۱۷۳، ۸۱۷۴، ۸۱۷۵، ۸۱۷۶، ۸۱۷۷، ۸۱۷۸، ۸۱۷۹، ۸۱۸۰، ۸۱۸۱، ۸۱۸۲، ۸۱۸۳، ۸۱۸۴، ۸۱۸۵، ۸۱۸۶، ۸۱۸۷، ۸۱۸۸، ۸۱۸۹، ۸۱۹۰، ۸۱۹۱، ۸۱۹۲، ۸۱۹۳، ۸۱۹۴، ۸۱۹۵، ۸۱۹۶، ۸۱۹۷، ۸۱۹۸، ۸۱۹۹، ۸۲۰۰، ۸۲۰۱، ۸۲۰۲، ۸۲۰۳، ۸۲۰۴، ۸۲۰۵، ۸۲۰۶، ۸۲۰۷، ۸۲۰۸، ۸۲۰۹، ۸۲۱۰، ۸۲۱۱، ۸۲۱۲، ۸۲۱۳، ۸۲۱۴، ۸۲۱۵، ۸۲۱۶، ۸۲۱۷، ۸۲۱۸، ۸۲۱۹، ۸۲۲۰، ۸۲۲۱، ۸۲۲۲، ۸۲۲۳، ۸۲۲۴، ۸۲۲۵، ۸۲۲۶، ۸۲۲۷، ۸۲۲۸، ۸۲۲۹، ۸۲۳۰، ۸۲۳۱، ۸۲۳۲، ۸۲۳۳، ۸۲۳۴، ۸۲۳۵، ۸۲۳۶، ۸۲۳۷، ۸۲۳۸، ۸۲۳۹، ۸۲۴۰، ۸۲۴۱، ۸۲۴۲، ۸۲۴۳، ۸۲۴۴، ۸۲۴۵، ۸۲۴۶، ۸۲۴۷، ۸۲۴۸، ۸۲۴۹، ۸۲۵۰، ۸۲۵۱، ۸۲۵۲، ۸۲۵۳، ۸۲۵۴، ۸۲۵۵، ۸۲۵۶، ۸۲۵۷، ۸۲۵۸، ۸۲۵۹، ۸۲۶۰، ۸۲۶۱، ۸۲۶۲، ۸۲۶۳، ۸۲۶۴، ۸۲۶۵، ۸۲۶۶، ۸۲۶۷، ۸۲۶۸، ۸۲۶۹، ۸۲۷۰، ۸۲۷۱، ۸۲۷۲، ۸۲۷۳، ۸۲۷۴، ۸۲۷۵، ۸۲۷۶، ۸۲۷۷، ۸۲۷۸، ۸۲۷۹، ۸۲۸۰، ۸۲۸۱، ۸۲۸۲، ۸۲۸۳، ۸۲۸۴، ۸۲۸۵، ۸۲۸۶، ۸۲۸۷، ۸۲۸۸، ۸۲۸۹، ۸۲۹۰، ۸۲۹۱، ۸۲۹۲، ۸۲۹۳، ۸۲۹۴، ۸۲۹۵، ۸۲۹۶، ۸۲۹۷، ۸۲۹۸، ۸۲۹۹، ۸۳۰۰، ۸۳۰۱، ۸۳۰۲، ۸۳۰۳، ۸۳۰۴، ۸۳۰۵، ۸۳۰۶، ۸۳۰۷، ۸۳۰۸، ۸۳۰۹، ۸۳۱۰، ۸۳۱۱، ۸۳۱۲، ۸۳۱۳، ۸۳۱۴، ۸۳۱۵، ۸۳۱۶، ۸۳۱۷، ۸۳۱۸، ۸۳۱۹، ۸۳۲۰، ۸۳۲۱، ۸۳۲۲، ۸۳۲۳، ۸۳۲۴، ۸۳۲۵، ۸۳۲۶، ۸۳۲۷، ۸۳۲۸، ۸۳۲۹، ۸۳۳۰، ۸۳۳۱، ۸۳۳۲، ۸۳۳۳، ۸۳۳۴، ۸۳۳۵، ۸۳۳۶، ۸۳۳۷، ۸۳۳۸، ۸۳۳۹، ۸۳۴۰، ۸۳۴۱، ۸۳۴۲، ۸۳۴۳، ۸۳۴۴، ۸۳۴۵، ۸۳۴۶، ۸۳۴۷، ۸۳۴۸، ۸۳۴۹، ۸۳۵۰، ۸۳۵۱، ۸۳۵۲، ۸۳۵۳، ۸۳۵۴، ۸۳۵۵، ۸۳۵۶، ۸۳۵۷، ۸۳۵۸، ۸۳۵۹، ۸۳۶۰، ۸۳۶۱، ۸۳۶۲، ۸۳۶۳، ۸۳۶۴، ۸۳۶۵، ۸۳۶۶، ۸۳۶۷، ۸۳۶۸، ۸۳۶۹، ۸۳۷۰، ۸۳۷۱، ۸۳۷۲، ۸۳۷۳، ۸۳۷۴، ۸۳۷۵، ۸۳۷۶، ۸۳۷۷، ۸۳۷۸، ۸۳۷۹، ۸۳۸۰، ۸۳۸۱، ۸۳۸۲، ۸۳۸۳، ۸۳۸۴، ۸۳۸۵، ۸۳۸۶، ۸۳۸۷، ۸۳۸۸، ۸۳۸۹، ۸۳۹۰، ۸۳۹۱، ۸۳۹۲، ۸۳۹۳، ۸۳۹۴، ۸۳۹۵، ۸۳

صحیح ابن حبان (الاحسان: ۱۲) میں یہ روایت دوسری سند کے ساتھ ”انی أوتيت الكتاب وما يعد له“ کے الفاظ سے موجود ہے۔ (نسخہ مؤسسۃ الرسالۃ ۱۸۹/۱) اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی شرعی حجت ہے۔

سیدنا ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد، خطبہ دیتے ہوئے علانیہ فرمایا تھا کہ:

”أطيعوني ما أطعت الله ورسوله فإذا عصيت الله ورسوله فلا طاعة لي عليكم“

جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو، اور جب میں اللہ اور رسول کی نافرمانی کروں تو تمہارے اوپر میری کوئی اطاعت لازم نہیں ہے۔ (السيرۃ لمحمد بن اسحاق بن یسار ص ۱۸۷ وسندہ حسن، السیرۃ لابن ہشام ص ۳۱۱/۲) اس صحیح تاریخی خطبے سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

اول: اللہ کی اطاعت کی طرح رسول اللہ ﷺ کی (یعنی احادیث صحیحہ کی) اطاعت فرض ہے۔

دوم: قرآن وحدیث کے مقابلے میں ہر شخص کی بات مردود ہے۔

سوم: تقلید ناجائز ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سننے کے فوراً بعد اس پر عمل کیا تھا۔

سالم بن عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں: ”أن عمر إنما انصرف من حديث عبد الرحمن“

یعنی بے شک (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ (سیدنا) عبد الرحمن (بن عوف) رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث (عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے واپس آئے تھے۔ (صحیح البخاری: ۶۹۷۳)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بہت سی احادیث بیان کی ہیں دیکھئے صحیح بخاری (۴۹۸۷، ۴۱۶۰، ---) صحیح مسلم (۱۴۰۹، ۱۲۰۴، ---) صحیح ابن خزیمہ (۱۵۱، ۱۵۲، ---) صحیح ابن حبان (الاحسان: ۴۳، ۱۱۸، ---) وغیرہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”ما كنت لأدع سنة النبي صلى الله عليه وسلم لقول أحد“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (حدیث) کو میں کسی شخص کے قول کی بنیاد پر نہیں چھوڑ سکتا (صحیح البخاری: ۱۵۶۳)

خلفائے راشدین کے اس اتفاقی طرز عمل اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے یہ اظہار من الشمس ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حجت اور معیار حق ہے۔ لہذا ہر شخص پر یہ فرض ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح وثابت سنت (یعنی احادیث) سے محبت کرے، اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی کا یقین ہے۔

امام اہل سنت: احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے صاف صاف اعلان فرمایا ہے کہ:

”جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (صحیح) حدیث رد کردی وہ ہلاکت کے کنارے پر ہے“

(الحدیث حضور ص ۲۵ و مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۱۷۲) وما علينا إلا البلاغ

